قطعہ

نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل مدظلہ

معلم نہیں کوئی قرآن سے بڑھکر
کہ ہر نقطہ ہے اس کا حکمت کا دفتر

یہ کرتا ہے انسان کو انسانِ کامل
بناتا ہے پتھر کو یاقوت احمر

یہ کرتا ہے بیدار خفتہ دلوں کو
چبھوتا ہے غفلت کی رگ رگ میں نشتر

قلوب و طبایع میں کرتا ہے پیدا
صداقت کی خوبی۔ شرافت کا جوہر

سکھاتا ہے خُلق و تواضع کی باتیں
پلاتا ہے صہبائے تقویٰ کا ساغر

مساوات کا درس دیتا ہے سب کو
مٹاتا ہے کبر و رعونت کو یکسر

وہ ہے دانش آموز تعلیم اسکی
کہ حیراں ہے لقماں۔ فلاطوں ہے ششدر

ترقی کی راہیں دکھاتا ہے کیا کیا
جہاں میں ہدایت کی مشعل جلا کر

غرض دین و دنیا کی دولت ہے حاصل
بناؤ جو قرآن کو تم اپنا رہبر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعوذ و تسمیہ کا فلسفہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

تعوذ کہتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کو حکم باری تعالیٰ ہے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ یعنی جب قرآن پڑھنے لگو تو پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ لیا کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کی پناہ میں آیا شیطان مردود سے۔ ہر وہ کام جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا اُس کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے اور اُسے شیطانی کام کے نام سے یاد فرمایا ہے تو جو شخص بھی اس کا مرتکب ہو یا دوسروں کیلئے ارتکاب کا باعث بنے وہ قرآنی اصطلاح میں شیطان ہے۔ چاہے وہ کوئی تقریر ہو یا تحریر والدین ہوں یا اُستاذ پیر و مرشد صاحبان ہوں یا علماء و رہنمایانِ قوم۔ بہرحال اِن سب سے بچنے کی تاکید ہے اور خدا کی پناہ میں آجانے کا حکم ہے۔ چونکہ قرآنِ مجید ہی شیطان کے ہتھکنڈوں سے واقف کرتا ہے لہٰذا شیطان یہیں یہ

اپنا سارا زور لگاتا ہے اور چاہتا ہے کہ قرآن پاک کا صحیح علم حاصل نہ ہونے پائے، انسان کا نفس خود بھی شیطان ہے اس لئے قرآن کو اپنے نفس یا غیر کی نفسانی خواہش کیلئے نہیں بلکہ صرف خدا کے واسطے پڑھنا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں آجانا چاہیئے کہ شیطانی وسوسوں سے بچنے کیلئے صرف اللہ ہی کی یاد ہے۔

ترا ذکر، ذکر ہے اے خدا تری یاد، یاد ہے اے خدا
تو ہر اک مرض کی مرے دوا ترے نام میں ہے مری شفا

شیطان اور شیطانی کام سالک کے لئے اللہ کی راہ میں رہزنی کرنے والے ہیں اس لئے ہمیشہ ہشیار رہنا چاہیئے نفس کے دھوکے اور شیطان کے وسوسے کو ہر وقت نگاہ میں رکھنا چاہیئے محبت کے راستے میں تھوڑی سی غفلت بھی بہت بڑے نقصان کا باعث ہے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ منزل دور شد

انسان کا خیال اور دماغ اُس کے عمل میں سب سے بڑے دخیل ہیں، تعوذ کے استعمال کے وقت شیطان اور رحمٰن کا خیال آجانا ہی پہلا زینہ اس درجہ کا ہے کہ وہ فوراً ذہن میں لائے کہ شیطان اور شیطانی کام وہ ہیں جن سے بچنا چاہیئے اور بچانے والا صرف خدائے بزرگ و برتر ہے غیر اللہ میں مبتلا ہونے اور تعوذ کا فلسفہ یہی ہے الرجیم کے لفظ سے اس بات کا تصور جم جانا چاہیئے کہ اگر شیطان کے کہنے پر عمل کیا گیا تو وہ چونکہ خدا کی رحمت سے دور ہے ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔ بہرحال اس سے آدمی کا ظاہر و باطن درست ہو جائے گا اخلاق میں درستگی آجائیگی جسم و جگہ اور کپڑے کی صفائی سے زیادہ خیالات اور روح کی صفائی کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ

ظاہر تو پاک صاف ہو باطن رہے کثیف ۔۔۔ باہر کا انتظام ہو گھر کی خبر نہ ہو

ہر کام سے پہلے اللہ کا نام

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ میری نطق نے بوسے مری زبان کے لئے

اللہ اللہ، اللہ کا نام وہ بھی اللہ کے نطق سے اللہ کی کتاب کے ذریعے ہیں اپنے نطق اپنی زباں سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی گئی۔

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

نامہ محبوب جس کے طائر نامہ جبرئیل امیں ہوں اور جس کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائیں اور جس کا آغاز اللہ کے نام سے ہو۔

ہائے اس نامہ کی خوش عنوانیاں ۔۔۔ ابتدا جس کی ہو اُن کے نام سے

قرآن مقدس میں سب سے پہلے اللہ کا نام ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نہ اِس سے اچھا کوئی نام ہے نہ اِس سے پیارا کوئی نام ہے اِس سے اعلیٰ کوئی نام ہے نہ اس سے ارفع کوئی نام ہے یہی وہ نام ہے جس کا سوتے جاگتے وِرد ہو

سویا تو بیری یاد تھی اٹھا تو تیرا نام ہو ۔۔۔ اپنا یہی سجود ہے اپنا یہی قیام ہے

اوّل بھی یہی نام تھا اور آخر بھی یہی نام ہے۔ ظاہر بھی یہی نام ہے اور باطن بھی یہی نام ہے، سو بار نہیں، ہزار بار نہیں، لاکھ بار نہیں، اور کروڑ بار نہیں، بلکہ اَن گنت بار اِس نام کی تکرار ہو جب بھی کم ہے۔

یہ نام وہ ہے کہ بے گنتی لیں ۔۔۔ کیا فائدہ جو گن گن کے ترا نام لیا

آدمی کچھ کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے کچھ نہ کچھ کرنا اس کو ضرور ہے، یہ بیکار نہیں رہ سکتا، کوئی نہ کوئی کام ضرور کریگا مقصود مطلق اللہ اور اللہ کی یاد ہے اِس لئے حکم ہوا کہ جب کوئی کام کرو تو

اس سے پہلے اللہ کا نام لو۔ کیونکہ مقصود بالذات کام نہیں بلکہ اللہ ہے ہر کام عارضی ہے اور اللہ کی یاد مستقل۔

مقصود توئی وجملہ معدوم

بسم اللہ کہنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دل ودماغ میں فوراً اللہ کا تصور آجائے اور کوئی حرکت ایسی نہ ہو جس میں اللہ کا خیال نہ آئے کسی کام میں مشغول ہونے سے پہلے اللہ کا اعلیٰ تصور آنا ہی اصلی خیال رہنے کی دعوت ہے۔ کسی کام کے شروع ہی میں نیک خیال کا آجانا کام کے اختتام تک ایک اچھا اثر باقی رکھے گا۔ اور اس بات کی تنبیہ بھی کہ کوئی اہم سے اہم کام بھی اپنے شروع ہونے سے لیکر ختم ہونے تک میں اللہ سے غافل نہ ہونے دیگا ایک کپڑا بننے والے مومن نے عادت کرلی تھی کہ ہر تانے پر اللہ اور ہر بانے پر لفظ ہو منھ سے ادا ہوا کرے چنانچہ پورا تھان اسی ذکر پر ختم ہوگیا اسی طرح ایک مسلمان دھوبی کی عادت تھی کہ گھاٹ کے پتھر پر دھونے کے لئے ہر مرتبہ کپڑا اٹھاتے وقت ہوُ اور ہر مرتبہ اٹھاتے وقت اللہ کی تکرار جاری رہتی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے سامنے جلد دو ہی قسم کے کام پیش آسکتے ہیں ایک وہ جو خدا کو پسند ہیں دوسرے وہ جو خدا کو پسند نہیں۔ اب اگر ایک شخص اپنے اوپر یہ لازم کرلے کہ وہ کوئی کام بغیر بسم اللہ کہے نہیں کریگا تو اس کے سامنے انہیں دو کاموں میں سے کوئی ایک کام آئے گا اگر خدا کی مرضی والا کام ہے تو بغیر پس وپیش کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر گذرنا چاہیئے لیکن اگر خدا کا ناپسندیدہ کام ہے تو اس کے متعلق دو راہیں ہونگی۔ ایک تو یہ کہ وہ شخص بسم اللہ کہکر اس ناجائز کام کو کرے لیکن بسم اللہ کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ شخص اللہ کو اس کام میں مدد کے لئے پکار رہا ہے، خدا کی مدد کو

برکت کیلئے خدا کو یاد کر رہا ہے۔ جب ایسا ہے تو یہ کیونکر جائز ہے کہ خدا کے خلاف کیا جائے اور پھر خدا ہی کو مدد کے لئے بھی پکارا جائے ایسا تو دنیا کا بھی دستور نہیں۔ بُرے کام کے وقت کوئی بھی اپنے بزرگ یا والدین کو پکار نہیں لیتا چوری کیلئے چور نکلتا ہے تو پولیس اور حاکم وقت کو اطلاع نہیں دے لیتا۔ حاکم یا دہن، پھر خدا کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ؟

گنگ ہو تا سکی زباں اُس کا دہن سِی جائے
جو تصور بھی ترا بے ادبی سے لائے

محبت اور ادب کا ایک مقام تو وہ ہے کہ جہاں محبوب کا نام لینا بھی بے ادبی میں شمار ہے

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو بُردن کمال بے ادبی ست

یعنی اُس شخص کو اُس ناجائز کام پر خدا کا نام ہرگز نہیں لینا چاہیئے اور پھر وہ یہ بھی نہیں کر سکتا کہ خدا کا بغیر نام لئے اُس ناجائز کام کو کر ڈالے، کیونکہ خود ہی طے کر چکا ہے کہ وہ بغیر خدا کا نام لئے کوئی کام کبھی نہیں کریگا اور اگر طے کرنے میں خامی نہیں ہے تو بسم اللہ کو نہیں چھوڑنا پڑیگا بلکہ اسی بُرے کام سے ہی باز آنا پڑے گا اور اگر ایسا ہو گیا تو فائدہ یہ ہو گا کہ اُس شخص سے دنیا کے سارے بُرے کام چھوٹ جائیں گے اور اب جب بھی وہ کوئی کام کریگا تو اچھے ہی کام کریگا۔ اگر ایسا ہو گیا اور ضرور ہو جا سکتا ہے تو باقی کیا رہ گیا اور اس کے سوا ہوتا بھی کیا چاہیئے، تمامی صحف سماوی سارے انبیائے مرسلین، جمیع ادیان کی اس کے سوا اور کیا غرض و غایت رہی ہے، یا تمامی اخلاقی تالیف و تصنیف اور وعظ و نصیحت کا اس کے سوا دوسرا کیا مقصد ہے۔ خدا کی کتاب میں سے ایک بسم اللہ شریف نے وہ کر دیا جو روئے زمین کے کتب خانے کر سکتے ہوں اور ابھی تو سارا قرآن باقی ہے۔ سچ فرمایا ہے خدا کے ایک کلمہ کی بھی پوری تعریف ممکن نہیں۔ قل لو کان البحر مداد الکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی و لو جئنا بمثلہ مددا

مسلمان کا ہر کام عبادت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن پاک کی ایک آیت ہے اور ہر سورت کے پہلے اس لئے ہے کہ ہر سورت کا فرق معلوم ہو جائے۔ اور یہ بھی کہ اس سورت کا آغاز اللہ کے نام سے ہو حدیث شریف میں ہے کہ جو کام بغیر اللہ کا نام لئے کیا جاتا ہے وہ بے برکت ہوتا ہے اور اس میں شیطان کا ہاتھ ہوتا ہے اس لئے حکم ہے کہ مسلمان جب کوئی کام کریں تو پہلے بسم اللہ ہی کہیں۔ اس سے اس کام میں اللہ کی مدد اور برکت ہوتی ہے اور وہ کام عبادت بن جاتا ہے۔ جس کا ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے چونکہ سب کاموں سے اچھا کام قرآن پاک کا پڑھنا پڑھانا ہے اس لئے بسم اللہ کا پڑھنا ضروری ہوا۔ حدیث میں ہے کہ جنت کی نہریں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نکلتی ہیں جس کاغذ پر اللہ کا نام لکھا ہوتا ہے اور اس کو کوئی اللہ کے نام کی عزت کے خیال سے زمین پر سے اٹھالے تو اس کا شمار صدیقین کے گروہ میں ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی کل سورتیں ایک سو چودہ ہیں اس لئے بسم اللہ بھی گنتی میں اسی قدر ہونا چاہیے مگر ایک جگہ سورۂ توبہ میں بسم اللہ نہیں ہے بعضوں نے لکھا ہے کہ وہ مستقل سورت نہیں ہے اس لئے وہاں بسم اللہ نہیں ہے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سورۂ برات کا آغاز چونکہ خدا کے غضبناک الفاظ سے ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑی بخششوں اور نہایت رحم والا ہے اسی لئے اس کے پہلے بسم اللہ نہیں ہے کہ اس میں بخششوں اور رحمتوں کا ذکر ہے۔ تاہم سورتوں سے زیادہ بسم اللہ کی تعداد ہے یعنی ایک سو تیرہ جگہ تو سورتوں کے ساتھ اور دو جگہ سورتوں کے درمیان میں ایک تو جس سورہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکۂ بلقیس کو لکھنے کا ذکر ہے اِنَّہٗ

من سلیمان وانّہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دوسرے اوس سورۂ [illegible]
بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی کو طوفان میں
چھوڑا ہے اِس اعتبار سے قرآنِ مجید میں بسم اللہ ایک سو پندرہ جگہ ہے جس میں نکتہ یہ ہے
کہ اگرچہ سورۂ برات میں بسم اللہ نہیں اور دشمنانِ خدا کو اِس کا مستحق نہیں سمجھا گیا مگر اس کے
علاوہ دو جگہ اور بسم اللہ موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا اپنے مومن بندوں پر غضب و غصہ
سے کرم و رحم زیادہ ہے۔

اقوامِ عالم کو دعوتِ قرآن

دنیا کی قومیں دیکھیں کہ اُن کے پیدا کرنے والے خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے قرآن
کے نام سے کیسی چیز عطا فرمائی ہے جس کا صرف ایک جملہ ان کی ساری مذہبی کتابوں سے
رشد و ہدایت میں بڑھا ہوا ہے بحیثیت ایک کتاب ہی کے سہی خلوصِ نیّت سے وہ قرآن
مقدس کا مطالعہ کریں۔ اِس میں تعصب کی کوئی بات نہیں۔ بہرحال انسان بن کر خدا والا
ہونا مقصود ہے جہاں سے اُن کی آسمانی کتابیں اور اُن کے ہادی آئے تھے وہیں سے
قرآن حکیم بھی آیا ہے اُسی کے آخری رسول حضرت محمد صلعم بھی ہیں۔ اور ان ہی کی لائی ہوئی
کتاب قرآن مجید بھی ہے۔

ابو محمد مصلح

صراطِ مستقیم

قرآن میں یہ دونوں لفظ جابجا وارد ہوئے ہیں، یہاں تک کہ سورہ فاتحہ میں اس کا ذکر اس کی اِس اہمیت اور عظمت کو جتاتا ہے کہ نماز پڑھنے والے رات اور دن میں پانچ وقت کی متعدد نمازوں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کا زبان سے اقرار کرتے ہیں۔

خدا اپنے بندوں سے کہلاتا ہے کہ "خدایا ہم کو صراطِ مستقیم دکھا" اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ صراطِ مستقیم کیا ہے؟ سیدھے راستے سے خدا کا منشا کیا ہے۔ قرآن نے اِس کو اِس قدر

حقیقت یہ ہے کہ "صراطِ مستقیم" کی طلب اور اِس میں کامیابی دین اور دنیا کی کامیابی ہے۔

اسلام تنہا وہ مذہب ہے کہ مصالح دینی اور فوائد دنیوی کو دوش بدوش لے چلتا ہے قرآنِ حکیم اِس کی تفصیل بتلاتا ہے، پس آج کوئی سچا طالب دنیا ہے؟ کیونکہ دنیا کو صداقت سے طلب کرنا دین تک رسائی کی سیدھی راہ ہے۔

آؤ کہ ہم تمہیں یہ راز بتا دیں:۔

"ہدایت" کی چار صورتیں ہوتی ہیں:۔

۱۔ ہدایت۔ وجدانِ طبعی، و الہامِ فطری۔ یہ انسان میں ولادت کے بعد ہی پیدا ہو جاتی ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کا دودھ طلب کرتا ہے اس کی چھاتی سے بغیر کسی تعلیم کے دودھ، ہونٹوں اور ڈاڑھ کے ذریعہ نکال کر پیتا ہے۔

۲- ہدایت حواس و شعور - سننا، کھانا، پینا، دشمن کو پہچاننا وغیرہ یہ چیز انسان سے پہلے حیوانات میں موجود ہوتی ہے۔

۳- ہدایت عقل - اس کا درجہ دونوں ہدایتوں سے بلند ہوتا ہے، خدا نے اپنی طرف سے انسان کو عطا کیا ہے۔

۴- ہدایتِ دین - یہ اس سے بڑا درجہ رکھتی ہے، انسان باوجود عقل رکھنے کے گمراہ ہو جاتا ہے، غلط نتائج نکالنے کے لئے غلط مقدمات کو ترتیب دیتا ہے، لیکن مذہب کی ہدایت اس کو صحیح راستے پر لے جاتی ہے، دنیا کی اصلاح کرتی ہے، پس جب دنیا کی اصلاح ہوگئی تو معاشرت اور زندگی میں انسان خطرات سے آزاد ہو گیا دنیا کے بعد عاقبت کی تقویت اور اس کا استحکام بھی اسی دینی اور مذہبی ہدایت سے ہوتا ہے، پس اصل ہدایت یہی ٹھہری اسی چیز کو انسان خدا کی توفیق سے مانگتا ہے یہ چیز جب مل گئی تو اس کو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں

تجھ کو مانگوں میں تجھی سے کہ سبھی کچھ مل جائے — سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

ایک امام بلاغت کی رائے ہے کہ "صراطِ مستقیم" تمام سعادات دنیاوی و اُخروی پر حاوی ہے، اس کا یہ انداز طلب کمال بلاغت کا نمونہ ہے کہ دو لفظوں میں مانگنے والا دنیا اور عاقبت اور اس کی تمام سعادتیں، برکتیں، خدا سے مانگ لیتا ہے۔

ایک عیسائی فاضل کی رائے ہے کہ ان دو لفظوں میں بہترین بلاغت موجود ہے۔ "صراطِ مستقیم" کے معنے اس راہ کے بھی ہیں جو خدا کے نیک بندے چل کر منزل مقصود و فوز و فلاح تک پہنچے ہیں۔

پس اجمالی ذکر "صراطِ مستقیم" سے مراد تفصیلی بیان سعادات ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے "ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ

ویھدیھم الی صراط مستقیم ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

یہاں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "یخرجھم من الظلمات الی النور" کہنے پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ "یھدیھم الی صراط مستقیم" بھی فرمایا، اس کو اس جگہ کیا اہمیت ہے کہ اس نے "نور" کے ہوتے ہوئے صراطِ مستقیم

اس جگہ "صراطِ مستقیم" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس راہ پر لگاتا ہے جو اس کو جلد سے جلد مقصد دینی تک پہنچا دیتی ہے۔

جلد سے جلد اس طرح کہ اس میں کوئی کجی نہیں، اس میں کوئی کانٹا نہیں، پتھر نہیں بلکہ کھلی ہوئی سیدھی اور قریب راہ ہے۔

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:- ان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ یہ میری راہ سیدھی ہے اس پر چلو، دوسری راہوں پر نہ چلو کہ تم کو خدا کی راہ سے بہکا دے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرماتے ہوئے ایک سیدھا خط کھینچا اس کو دکھا کر فرمایا کہ "دیکھو یہی خدا کی سیدھی راہ ہے"۔ پھر اس کے داہنے بائیں کچھ خطوط کھینچ کر فرمایا "یہ شیطان کی راہیں ہیں۔ اپنے پیروؤں کو اسی پر چلنے کو بلاتا ہے جو ان پر آتے ہیں خدا کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ یہی منشاء ہے یہ فرمانے کا فتفرق بکم عن سبیلہ"۔ (احمد و نسائی)

چوتھی جگہ وارد ہوا ہے۔

قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم کہدو میرے پروردگار نے

مجھے صراطِ مستقیم دکھادی۔ یہاں "صراطِ مستقیم" سے مراد "اصلاحِ معاش و معاد" کی صورتیں یا طریقے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے "اسلام" یا صراطِ مستقیم کے ذریعے سے مسلمانوں کو دین بھی دیا اور دنیا بھی عطا کی۔

"صراطِ مستقیم" کے معنے "امورِ معتدلہ" کے بھی ہیں جو درجہ میں سب سے بہتر ہوتے ہیں نہ تو ان میں افراط ہوتی ہے اور نہ تفریط، یہ دونوں چیزیں اکثر باعث نقصان ہوتی ہیں اور درجۂ معتدل ہمیشہ بہتر اور لائقِ تحسین ہوتا ہے۔

"صراطِ مستقیم کی دو شکلیں اور بھی مفسرین نے بیان کی ہیں۔

اول۔ فسق و فجور، معاصی، مذموم اعمال کا ترک۔

دوم۔ طاعات وغیرہ سے آراستگی ایک قسم منہیات میں ہے۔ دوسری امورات میں پس جب کوئی "صراطِ مستقیم" طلب کرتا ہے تو وہ حقیقۃً تمام ارکین دین و مذہب مانگتا ہے اور منہیات سے بچنے کی توفیق کی خواہش کرتا ہے، انسان کی ہستی اور بعد ہستی پر یہ چیزیں

نتیجہ یہ نکلا کہ رات دن بنکم "پانچ بار" خدا سے اگر مانگتا ہے تو وہ چیزیں جو ہستی میں اہم ترین ہیں۔ ایک غلام اپنے ایسے آقا سے جو ہستی میں سب سے بڑا ہو اس کی شان کو سامنے رکھ کر اس سے کم کیا مانگے؟

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے بالکل اجمالی ہے اس کی تفصیل اور تعبیر کی جائے تو شائد بلا مبالغہ اس کیلئے دفتر کے دفتر درکار ہوں، یہ بھی اس عاجز و ناتوان کے علم کے اعتبار سے جو باوجود سعیٔ بسیار ابھی معارف و حقائق کے سمندر کے کنارہ تک بھی پہنچ نہ سکا ہے۔

کیفی حیدرآبادی کوٹی

آسمان و زمین کی اعجوبہ کاری سے مطلب کیا ہے

قرآن مجید نے جن جن چیزوں پر نگاہ ڈالنے کیلئے کہا ہے اس کا مقصد اصلی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ صنعت سے صانع کی ہستی پر استدلال کیا جائے دوسرے لفظوں میں اسی کا نام معرفت الٰہی ہے۔ دوسری غرض ان چیزوں سے علمی رنگ میں اس مادی زندگی کیلئے کام لینا ہے۔ اسی کا نام علوم و فنون اور صنعت و حرفت وغیرہ ہے چونکہ قرآن مجید دین کمل پیش فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ انسان کی مادی زندگی سے بحث نہ کرتا اور مادی زندگی کے سامان کو نظر انداز کرتا یہی سبب ہے کہ وہ اجمالی پیرائے میں ان امور اور ان اغراض کے حصول کی طرف صرف اشارے ہی نہیں کرتا بلکہ ان سے منتفع اور متمتع ہونیکی تاکید کرتا ہے۔ وہ آسمان و زمین کی ہر جنس کو خدا کی دین اور خدا کا انعام قرار دیکر یہ سمجھاتا ہے کہ اے انسان یہ سب چیزیں تیرے ہی لئے تیرے پیدا کرنے والے نے پیدا کی ہیں تو ان کے عجائب و غرائب اور فوائد سے اپنی دنیاوی زندگی کے ہر شعبے کی تکمیل کر تاکہ خدا کی قدرت کے کرشمے نظر آئیں اور تو خدا کی عظمت و جلال کے سامنے شکر گزار بندوں اور عارف کا درجہ حاصل کرے۔

قرآن مجید بطور دعا کے بھی جو تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ. اب اسکے بعد کون ہے جو یہ کہنے کی جرأت کرے کہ اسلام دنیاوی ترقی کا مانع ہے اگر ایسا ہوتا تو زکواۃ و خیرات کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اور قوموں کے تمدن اور تہذیب کے تذکرے کیوں چھیڑے جاتے اور پیغمبر اسلام صلعم کیوں فرماتے الدنیا مزرعۃ الاخرۃ

اُن لوگوں کو کیا کہا جائے جو عمر بھر میں قرآن مجید کا ایک مرتبہ بھی غائر نگاہ سے مطالعہ نہیں کرتے لیکن رائے قائم کرنے کیلئے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ کہنے سے نہیں چوکتے کہ اسلام حکمت و سائنس کا مخالف اور دنیاوی ترقی میں سدِّ راہ ہے۔ کاش وہ حقیقتِ حال سے واقف ہوتے اور دیکھتے کہ یہ اللہ کا آخری آسمانی پیغام کتنے علوم و فنون مختلفہ اور حکمت و فلسفہ صحیحہ کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ قرآنِ مجید کے پڑھنے سے اُن کو آسانی سے معلوم ہو جاتا کہ روئے زمین پر یہی ایک کتاب ہے جو دین بھی دیتی ہے اور دنیا بھی۔

کائنات کا ہر ذرّہ اور ہر گردش بکار آمد ہے

قرآنِ مجید میں ہے وما خلقنا السمٰوات والارض وما بینهما الّا بالحق۔ اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا لیکن ساتھ حق کے مطلب یہ ہے کہ کائنات کا ہر ذرّہ اور آسمان و زمین کی ہر گردش بکار آمد ہے۔ یہ فضول اور سطحی بھی نہیں بلکہ ان کے اندر حقیقت اور رموز مستتر ہیں۔ توجہ دلانا یہ ہے کہ انسان ان سے غفلت نہ برتے، ان کو بے کار سمجھ کر بیٹھ نہ رہے۔ ان پر سطحی اور اُچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتا ہوا گذر نہ جائے بلکہ حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے اور اس کے فائدے کو ظاہر کر کے دنیا کے امن و امان کی زندگی میں اضافہ کا باعث ہو اگر وہ واقعی ایک لمحہ کیلئے بھی ادھر متوجہ ہو جائے اور چاہے کسی چیز کو سامنے رکھ لے تو بیساختہ چیخ اُٹھے گا ربنا ما خلقت هذا

دعائے خلیل اور حکمت و سائنس

پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارک کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰتك ویعلمهم الکتٰب والحکمة۔ حکمت سے مراد یقیناً دین اور دنیا دونوں ہیں اور دونوں کی تعلیم ہو۔ آپ کا

ارشاد ہے کہ حکمت کی بات مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے جہاں ملے لے لینی چاہئے۔ اخلاق اور ادب وتمیز کے متعلق کسی نے ایک صحابی سے کہا کہ کیا تمھارے رسول معمولی باتیں بھی سکھاتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا ہاں حتیٰ کہ پیشاب و پاخانے کے آداب بھی

خیر کثیر اور الہامی فلسفہ

قرآن مجید میں ہے ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً حکمت وسائنس کو اللہ کی کتاب نے خیر کثیر کہا ہے اب اس میں کوئی ایجاد۔ کوئی تحقیق۔ کسی قسم کی صنعت وحرفت کسی طرح کی تجارت ترقی وتہذیب کے سامان کو مستثنےٰ نہیں کہا جا سکتا۔ عقل والوں۔ ایمان والوں۔ غور وفکر والوں۔ علم وتفقہ والوں۔ سننے والوں۔ دیکھنے اور جاننے والوں کیلئے قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیات کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ معاملہ یہیں تک ختم ہو جائے بلکہ بیک وقت دو فائدے متصوّر ہیں۔ ایک تو اللہ کی معرفت کا حصول دوسرے ان حکمت کی چیزوں سے عملی فائدہ اٹھانا اور اسکے پیدا کرنے والے کا شکر گزار بندہ بننا۔

قرآن مجید میں ہے۔ وانزل اللہ علیک الکتٰب والحکمۃ وعلّمک مالم تکن تعلم پھر ایک جگہ ارشاد باری ہے وما خلقنا السّماء والارض وما بینھما لاعبین ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ اس میں ہے کھیل کیلئے نہیں بنایا پھر ہے وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلاً۔ مگر یہ سب ان کیلئے ہے جو یتفکرون فی خلق السّمٰوٰت والارض جو لوگ آسمان وزمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں پھر یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی رہنمائی ان معاملات میں خود فطرت کرتی ہے اور اسی کے نتائج کا نام حکمت وفلسفہ اور تہذیب وترقی ہے۔

الہیات وطبیعیات

قرآن مجید میں الہیات کی بحث زیادہ ہے بلکہ سچ پوچھو تو طبیعیات کا بیان بھی الہیات کیلئے ہے، خدا کے متعلق انہیں صفات سے استدلال پکڑا جاسکتا ہے اسکے سوا کوئی دوسری صورت نہیں اسلئے اسکا ذکر ناگزیر تھا۔

ایک ایک آیت میں کئی کئی علم کی بناء قائم کردی گئی ہے اور سب میں الہیات وطبیعیات کے معرکۃ الآراء مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے ارشاد ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا وبث فیہا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون بیشک آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے پھیر بدل میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں لیکر سمندر میں چلتے ہیں اور مینھ میں جسکو اللہ آسمان سے برساتا ہے اور پھر اسکے ذریعے سے بنجر زمین کو قابل زراعت بناتا ہے اور ہر قسم کے جانور خدا نے زمین پر پیدا کئے ہیں اور ہواؤں کے اِدھر اُدھر پھیرنے میں اور بادلوں میں جو خدا کے حکم سے آسمان اور زمین کے درمیان کھڑے رہتے ہیں عقلمندوں کیواسطے بہت نشانیاں ہیں۔ ارشاد ہے ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی ذلکم اللہ فانی تؤفکون ۝ دانے اور گٹھلی کا پھاڑنیوالا جو زندہ کو مردہ کرتا ہے اور مردہ کو زندہ۔ یہی تو تمہارا خدا ہے پھر تم کدھر بہکے جارہے ہو۔ ارشاد ہے۔ وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بہا فی ظلمات البر والبحر قد فصلنا الآیات لقوم یعلمون ۝ وہی قادر مطلق خدا ہے جسنے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور تری کے اندھیروں میں انکی رہنمائی میں چلو سمجھداروں کیواسطے ہمنے قدرت کی نشانیاں تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں۔ ارشاد ہے وسخر لکم الشمس والقمر دائبین سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کردیا کہ دونوں برابر چکر کھارہے ہیں۔ یہ اور اسطرح کی سیکڑوں آیتیں ہیں جن سے اصولی طور پر علوم وفنون کیطرف رہنمائی ہوئی ہے اور قرآن مجید دنیاوی ترقی کیلئے تشویق کا باعث بنا ہوا ہے اور مالک الملک خدا کی کتاب میں یہی طریقہ ممکن بھی تھا ورنہ تفصیلات تو دوسروں کا کام ہے اصل قائم ہے فروع کو نکالو بنیاد قائم ہے محل تعمیر کرلو۔ ہر پیغمبر وقت نے یہی کیا ہوگا اور قرآن مجید بھی دراصل خدا اور بندوں کا تعلق قائم کرانے کیلئے ہے وہ انسائیکلوپیڈیا نہیں جسکے اندر علم وفن کا علیحدہ علیحدہ بیان تلاش کیا جائے اور اگر ایسا ہو تو

سلسلۂ اشاعتِ قرآن حیدرآباد دکن

ماہِ شعبان المعظم ۱۳۴۹ ہجری

جلد (۳) — نمبر (۴)

مکتوباتِ قرآنی

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہٗ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

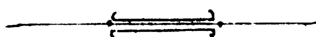
چندہ

سالانہ دس روپے ۔ ماہوار پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوباتِ قرآنی

قرآن مجید صرف خواص کیلئے ہے یا عوام کیلئے بھی؟



ذیل میں مکرمی جناب نواب احمد یار جنگ بہادر کا وہ خط جو جناب نواب فخر یار جنگ بہادر مدظلہ کے نام موصول ہوا مع جواب کے ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ (مصلح)

یا اخی محترم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جواباً التماس ہے کہ اس میں شک نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے کتب وصحائف الٰہیہ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے سب عامہ ہدایت کیلئے نازل ہوئے۔ اور خصوصاً ان کتب الٰہیہ میں قرآن مجید کا نزول ایسی ہدایت عامہ کیلئے ہوا جس میں عالم اوسط محسوسۂ انسانی کے علاوہ تمام علوی اور سفلی اور عوالم غائبہ وغیر مرئیہ شامل ہیں۔ مگر جب کلام کلامِ الٰہی ہے تو جیسے اس کی ذاتی شان اعلیٰ۔ لیس کمثلہ شیئی ہے ویسے اسکے کلام کے معجزہ کی عالی شان۔ لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم

لبعض ظہیر اہے یہ تو قرآن شان ہے جو باالاتفاق لفظاً و معنیً معجز اور اعظم خصائص و معجزات نبویہ سے ہے مگر اس کے سوا جتنے کتب و صحائف الٰہیہ نازل ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک بھی اپنے متکلم تعالیٰ شانہ کی شانِ کلام کو دکھا نیوالا تھا جس کی شہادت اور اس کی ہدایت کی قبولیت فطرتِ عامہ تھی اور اس کی تسلیم کیلئے حجتِ الٰہیہ ہر ایک فردِ بشر پر قائم تھی۔

مگر اس کی شان ارزال و خفیف نہیں تھی کہ ہر شخص اس کو اس کی شان کے موافق لیوے۔

لہذا ہر دور میں بانتخاب الٰہی افرادِ خاصہ نے اس کی شان کے موافق اس کو لیا۔ اور احبار و رہبان و قسیسین کے القاب خاصہ سے اُن افرادِ خاصہ کو عوام سے ممیز فرمایا۔

اگر کتابِ الٰہی کی شان ارزال و خفیف ہوتی تو ہر شخص حبر۔ اور قسیس اور راہب ہو جاتا۔

اور جب ہر شخص ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ کتابِ الٰہی کو اس کی شان کے موافق لینے والے عام نہیں تھے بلکہ خاص تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کا مبلغ اور مفسر اور پیغمبر کے بعد پیغمبر کی تبلیغ اور کتابِ الٰہی کی ہدایت کے عام کرنیکا ذریعہ بنایا۔ انہیں کو خدا تعالیٰ نے اولوا البقیۃ فرمایا۔ چنانچہ سورۃ ہود میں ارشاد ہوتا ہے فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض اور انہیں افرادِ خاصہ کو خدا تعالیٰ نے اہل الذکر کے لقب سے مخصوص فرمادیا اور ان سے ہدایت پانے کیلئے امر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اور گروہِ خاص کو امر فرمایا کہ وہ دینی متفقہ بن کر قوم کے ہادی اور منذر بنیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم۔ الخ اسی طرح ایک جماعت کو حکم فرمایا کہ وہ داعی الی الخیر اور امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر بنیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر

علیٰ ہذا ایک گروہ کو استنباط سے مخصوص فرما کر انہیں صاحب علم اور اس کام کا اہل قرار دیا۔
چنانچہ فرماتا ہے کہ لعلمه الذين يستنبطونه منهم اور ایک جماعت کو اولی الامر
بنا کر عام لوگوں سے علماً ان کو ممیّز فرمایا اور عام لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا
واطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم اسی طور پر امّتہ وسط
اور اولو العلم۔ اور راسخون فی العلم سے ایک جماعت کو ممتاز فرمایا ملاحظہ ہوں۔ یہ آیات کریمہ و
كذالك جعلناكم امة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس شهد الله
انه لا اله الا هو والملائكة والوالعلم۔ الراسخون فی العلم
يقولون امنا به كل من عند ربنا۔

ان آیات کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی خصوصاً اور کتب الٰہیہ کی عموماً
وہ شان نہیں ہے کہ ہر شخص عام طور پر منفرداً منفرداً نفس قرآن مجید کا ہادی و داعی اور اس کا
علی العموم شائع کرنے والا بن سکے۔ بلکہ آیات کریمہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس کام کیلئے ایک جماعت کو مخصوص فرما دیا جس کو عام لوگ ناطق بالقرآن سمجھ کر ان سے مستفیض
ہوتے تھے۔ وہ اپنے نشر علم میں قرآن پاک کو علی العموم اس طرح نہیں دیا کرتے تھے کہ تم ہر
حاجت و ضرورت میں اور ہر مسئلہ میں بطور راست و بالذات قرآن مجید کو ماخذ بنانے کے قابل ہو
جو کچھ تم لیا کرو وہ قرآن ہی سے لیا کرو بلکہ وہ اپنے نشر علم میں افادات شرعیہ کو (جس کا ماخذ
کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ۔ یا اجماع امت یا قیاس شرعی ہوتا تھا اور مرجع و منتہائے علی قرآن
ہی ہوتا تھا) دیا کرتے تھے۔ ہر مسئلہ کو قرآن سے لینا صرف علم نظری ہی نہیں بلکہ انظر نظریات
اور ادق و امعق علوم سے ہے۔ جو تبلیغ عام اور ہدایت عام کے منافی ہے۔
تنزیل قرآن کے بعد جب اسناد رسالت سے قرآن کے معانی و مطالب اور اس کے

افادات واستنباطات تمام دنیا میں شائع ہوگئے تو اس کے بعد اسی اسناد سے قرآنی مطالب ومعانی قابلِ اخذ اشاعت ہوتے ہیں۔گو لفظاً قرآن کی طرف ان کی نسبت بھی نہو نہ یہ کہ جدید اور تازہ طور پر فہمِ قرآن کو لے کر اس کا معنے کرنیوالا یا اس کا مجتہد یا اس سے مستنبط نئے اسمیں یا تو تحصیل حاصل اور تکریر لاطائل ہوگی یا تحریف وتغیر۔

(جب اس عالم امکانی کی حد تک بلکہ بفضلہ اس سے بہت کچھ اور قرآنی افادات اور قرآنی علوم کی ایسی تحصیل وتوسیع ہوئی اب ہر دور کو بجز اس کی اتباع کے چارہ نہیں تو اب قرآنی اشاعت اور قرآنی تحریک انہیں مدونہ قرآنی افادات وقرآنی علوم کی تعلیم ونشر میں منحصر ہے کسی جدید طرز سے قرآنی اشاعت وقرآنی تحریک کی ضرورت نہیں۔ اس کام کو تابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین نے بالکل مکمل کردیا ہے)

میں قرآنی اشاعت اور قرآنی تحریک کو خاص ایمانی کام جانتا ہوں اور میں کیا ہر ایک مسلمان ایسا ہی جانیگا۔مگر میری رائے اس کے طریق اشاعت وتحریک کی نسبت وہی ہے جو میں نے اظہار کیا۔

علاوہ اسکے اشاعتِ قرآن کے جتنے رسائل میرے پیش نظر ہیں اس کے چیدہ چیدہ مضامین کی نسبت بھی میں اپنے خیال کا اظہار کرتا ہوں۔سلسلۂ اشاعتِ قرآن کے رسالہ ارتقاء انسان اور قرآن کے صـ۱۲ میں لکھا ہے۔ یہ بات نہایت درست وصحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر سے ہی پیدا ہوجاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے اور ابتدائی اس کا خمیر نطفہ میں موجود ہوتا ہے۔بیشک وہ آسمانی خدا کے ارادہ سے اور اس کے اذن اور اسکی حیثیت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے الخ۔ خدا کی کتاب کا یہ منشا نہیں کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے۔

بلکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ٹھہر سکتا }

اس عبارت کے ان جملوں کو کہ (روح) ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے اور ابتدائی اس کا خمیر نطفہ میں موجود ہوتا ہے مگر یہی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے۔ خدا کی کتاب کا یہ منشاء نہیں کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ بلکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ٹھہر سکتا) صحیح البخاری اور صحیح المسلم کی اس حدیث صحیح کے ساتھ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو الصادق المصدوق ان خلق احدکم فی بطن امه اربعین یوما نطفة ثم یکون علقه مثل ذالك ثم یکون مضغة مثل ذالك ثم یبعث اللہ الیه ملکا باربع کلمات فیکتب عمله واجله ورزقه وشقی او سعید ثم نفخ فیه الروح کو ملا کر دیکھا جائے تو حدیث شریف کے بالکل مخالف ثابت ہوتے ہیں حدیث کا معنی تو صاف یہی ہے کہ مضغہ کے بعد بجانب اللہ فرشتہ کا نزول اور نفخ روح ہوتی ہے اور مذکورۃ الصدر جملوں میں یہ ہے کہ روح باہر سے نہیں آتی اور کتاب الٰہی کا یہ منشاء نہیں کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا اخبار بالکل ان جملوں کا منافی ہے۔ مسلمان دائرہ اخبار لفظی سے کبھی قدم باہر نہیں رکھ سکتے اور اشاعت و تحریک ہرگز اخبار نبوی کی مخالفت کو گوارا نہیں کر سکتی۔ نیز ان جملوں میں "آسمانی خدا" میں پائے نسبتی اسلامی محاورۂ قدیمہ و جدیدہ سے نیا ہوا ہے۔ نیز اسی رسالہ ارتقاء انسان کے صفحہ (۳۲) میں بابت آیات کریمہ مع ترجمہ لکھ کر اس کے بعد لکھا ہے {غرض یہ قرآن شریف کی پہلی اصلاح ہے انسان کے طبعی حالتوں کو وحشیانہ طریقوں سے کھینچ کر انسانیت کے لوازم اور تہذیب کی طرف توجہ دی گئی ہے

اس تعلیم میں اصلی اخلاق کا ذکر نہیں صرف انسانیت کے آداب ہیں} یہ امر مسلم ہے کہ قرآن میں فاضل و مفضول نہیں ہے بلکہ اس کا ہر مضمون اپنے اپنے مقام میں اصلی ہے۔ اگر معاذ اللہ یہ کہا جائے کہ ان آیات میں {جس کا ترجمہ کر کے اس کے بعد یہ کہا جا رہا ہے کہ اصلی اخلاق نہیں ہیں صرف انسانیت کے آداب ہیں تو اعلیٰ کا تقابل ادنیٰ سے ہو کر یہ کہنا پڑے گا کہ ان آیات میں ادنیٰ آداب ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے انھیں آداب کو سورہ بنی اسرائیل میں حکمت فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ پس یہ بالکل خلاف ادب ہونے کے علاوہ اشاعت و تحریک قرآنی کے متضاد ہے۔

نیز اسی رسالے کے صفحہ ۳۱ میں آیات کریمہ وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا کے سیاق اور درمیان کو حذف کر کے صرف اسی قدر لکھا ہے وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا اور اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے کہ (لوگوں نے بھی یہ طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عمداً نکاح سے دست بردار ہیں یا خوجے بنیں الخ) اس آیت کا ترجمہ یعنی اول سے آخر تک یہاں بالکل خلاف سیاق و سباق قرآن ہے رہبانیۃ کا معنیٰ صرف گوشہ نشینی اور ترک دنیا ہے خوجے بننا اور عضو تناسل کو کاٹنا جیسے کہ رسالۂ مذکور میں یہاں رہبانیۃ کا معنیٰ کیا ہے۔ ہرگز رہبانیۃ کا یہ معنیٰ نہیں ہے۔ علاوہ بریں یہ آیۃ کریمہ اپنے زمانہ کے عیسائی عابدین کی مدح میں ہے جیسے کہ خود آیۂ کریمہ سے ظاہر ہے اور یہاں اس رسالہ میں اس کا معنیٰ مذمت میں لیا گیا ہے جو بالکل خلاف قرآن ہے۔

اسی طرح اس رسالہ کے صفحہ ۴۲ میں پردہ کے حکم کو اچھی طرح دینی قالب میں نہیں لایا گیا ہے بلکہ

اسکا طرح آج کی نئی فیشن کے مطابق ہے۔ اسی سلسلہ اشاعت قرآن کے رسالہ قرآنی اسوۂ حسنہ کے صلا۲ میں توحید کی مخالفت کا عنوان قایم کرکے اس کے تحت میں لکھا ہے {خدا کو مانتے ہوئے ایک جماعت توحید سے محروم رہتی ہے الخ} یہ مضمون یہاں باجمال مخل مجمل رہ گیا ہے جو خلاف اشاعت قرآنی ہے۔ توحید سے محرومیت کی یہاں تفصیل و تشریح ضروری تھی۔

نیز اسی رسالہ میں صلا۳ پر "شفاعت اور وسیلہ" کے عنوان میں شفاعت کو مشرکین کا فعل قرار دیا ہے اور اس کے سوا شفاعت کا کوئی ذکر نہیں کیا حالانکہ مشرکین کی شفاعت طلبی خود ہی عبادت ہے اور اسی کو خدا تعالیٰ نے آیۂ کریمہ ولا تنفع الشفاعۃ عندہٗ میں غیر نافع عند اللہ قرار دیا ہے مگر جو شفاعت بمعنائے عرض و التجا ہے عبودیت لاشفاع الخیر ہے وہ دنیا و عقبیٰ میں واقع۔ اور اقسام شفاعت میں شفاعت کبریٰ ہے آیۂ کریمہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ اور آیۂ کریمہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا سے ثابت ہے پھر اس بے معنی شفاعت کا یقیناً ذکر کرکے اس بامعنی اور صادق و لازم شفاعت کے ذکر کو ترک کردینے سے اس بامعنی لازمی شفاعت کا انکار متبادر ہوتا ہے۔ جو بالکل اشاعت قرآنی کے خلاف ہے۔

اسی طرح رسالہ ہذا کے صلا میں بعنوان "بت پرستی" لکھا ہے کہ {اس کی شکل و صورت ہزاروں ہے ایک شخص جو اپنے کو توحید پرست کہتا ہے وہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اپنے دلوں کے علاوہ اپنے گھروں اور مسجدوں تک میں بتوں کو رکھے ہوئے علانیہ بت پرستی کر رہا ہے اور اس سے مرادیں مانگتا اور پھر طرح طرح کی تاویلیں کر رہا ہے} یہ بت پرستی کا بیان بھی بالکل مجمل اور مبہم بلکہ اس اجمال و ابہام سے تفصیل طلب امر کا جو اہمال ہے اس کی رو سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مجمل نہیں بلکہ یہ بیان بالکل مہمل ہے۔ اگر گھروں اور مسجدوں کی نوعیت بت پرستی کو معین کرکے بیان کیا جاتا تو البتہ

قابلِ جواب ہوتا۔ ایسے محلِ اجمال سے جو مجمل بیان ہوتے ہیں اِن کو اشاعتِ قرآنی سے کچھ نسبت نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلۂ اشاعت قرآن کے اور رسائل میں بھی اشاعت قرآن کی اقتضا کے خلاف بیانات ہیں۔

اور اسی سلسلہ کا رسالہ اتحاد اسلامی تو سرتاپا تعلیم قرآنی کے مخالف ہے حالانکہ اسی کو منشاءً قرآنی ٹھہرایا ہے مگر میں نے مشتے نمونہ از خروارے پر اکتفا کی اور اس کے بعد انما الدین النصیحۃ کی دینی حقیقت کی تذکیر سے محض صحت اسلامیہ میں آپ کی وجاہت دینیہ سے متمنی ہوں کہ اشاعتِ قرآنی اپنے اصلی مرکز پر قائم فرمائی جائے گی۔ تاہم میں بھی اس کی خدمتگزاری کی عزت حاصل کروں۔ وما توفیقی الا باللہ تعالٰی

فقیر حقیر

سید احمد قادری عفی عنہ احمد یار جنگ

وظیفہ یاب حسنِ خدمت

۱۳۔ جمادی الثانی م یکم دے ۱۳۴۰ف

جواب

میرے مکرم!

السّلام علیکم! مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ امراء میں آپ جیسے لوگ بھی ہیں جو قرآنِ مجید کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ آپ کے خط میں کوئی نئی بات نہیں بلکہ وہی ہے جو مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہوئی اور جو خواص سے گزر کر عوام کی ذہنیت کو بھی بگاڑ چکی ہے یعنی قرآن عوام کے لئے نہیں بلکہ خواص کیلئے ہے۔ ایسا کہنے والے کاش قرآنِ مجید سے پوچھتے کہ اے رحمتِ عالم تیا تو صرف علماء کے لئے ہے یا عامی کیلئے بھی۔ صرف خواص کیلئے ہے یا عوام کیلئے بھی؟ اور اگر آج بھی کوئی اس کیلئے طیار ہو تو قرآنِ مجید کا ہر صفحہ اعلان کریگا کہ ہم خواص کیلئے بھی ہیں اور عوام کیلئے بھی بلکہ خواص سے زیادہ میری مخاطبت عوام کیلئے ہے۔

قرآنِ مجید میں یَاَیُّهَا النَّاسُ۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یَاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وغیرہ کی جس قدر تکرار ہے وہ کہاں اور کس صفحہ پر نہیں۔ مگر یَاَیُّهَا الْعُلَمَآءُ اور یَاَیُّهَا الْاُمَرَآءُ وغیرہ کا تو نام ونشان بھی نہیں۔ مہربانی کر کے بتائیے کہ یَاَیُّهَا النَّاسُ۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اور یَاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ سے آپ کس انسان کس مومن اور کس کافر کو نکالیں گے۔ تماشہ ہے کہ قرآنِ مجید کا نام لیکر قرآنِ مجید کی تعلیمات کے خلاف قرآنِ مجید کی بُرائی کا اعتراف کیا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید خدا کا کلام ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے اور یہ جو اوپر کے جملوں میں خطاب ہے تو آخر اس کا مخاطب صحیح بھی کسی کو ہونا چاہئے یا نہیں اور کیا آپ ان کے سوا کسی اور کو مخاطب قرار دیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا ہے اگر نہیں تو تسلیم فرمائیے کہ قرآنِ مجید واقعی عوام کیلئے بھی ہے۔

جناب من، آپ کے خط میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو اس سلسلہ میں میری خاص

توجہ کی مستحق ہو کیونکہ میں تو تقریباً سات برس سے اِن ہی خیالات کو غلط ثابت کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس باطل کے پردے کو ایک مرتبہ چاک کر کے رکھدوں مجھے افسوس ہے کہ آپ نے جن آیاتِ کریمہ کو اس بات کی تائید میں کہ قرآنِ مجید خواص کیلئے ہے پیش فرمایا ہے وہ میرے دعوے سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتیں۔ اس لئے اِس تکلیف فرمائی کی ضرورت نہ تھی بلکہ اگر کوئی آیت ایسی ہوتی اور اِس کو آپ پیش فرمائے ہوتے جس سے یہ ثابت ہوتا کہ قرآنِ مجید عوام کیلئے نہیں بلکہ صرف خواص کیلئے ہے تو البتہ میرے دعوے سے متعلق بات ہوتی بلکہ لطف کی بات یہ ہے کہ ایک آیت تو آپ نے اِس سلسلہ میں ایسی پیش فرمائی ہیں کہ وہ بلا تامل میرے دعوے کے ثبوت میں ہیں جن کو شاید آپ نے سہواً اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش فرمادیا ہے۔

جنابِ مکرم! خوب یاد رہے کہ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ قرآنِ مجید خواص کیلئے نہیں ہے بلکہ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ قرآنِ مجید عوام کیلئے بھی ہے جس کی تعلیم عمل کی نیت سے عام اور لازمی ہونی چاہیئے اور اگر میں اخیر کے حصہ کو نہ دہراؤں تو پھر نہ عربی داں طبقہ اس کا مخالف ہو اور نہ عوام کو اعتراض ہو کیونکہ بے معنی و مطلب کی تعلیم جس کا نام ناظرہ ہے وہ تو رائج ہے اور اُس پر کسی کو کوئی شکایت نہیں۔ بدقسمت قوم اور بدقسمت قوم کے خواص کو اگر اعتراض ہے تو اس پر کہ قرآن مجید معنی و مطلب کے ساتھ نہ پڑھایا جائے حیف ہے کہ جو چیز سراپا معنیٰ ہو اُس کی بے معنی تعلیم دی جائے حالانکہ دنیا میں بے معنی کتاب کی تعلیم بھی معنی کے ساتھ ضروری سمجھی جاتی ہے

یٰلیتنی مت قبل ھٰذا وکنت نسیًا منسیًا

میرے مکرم! میں اپنے دعوے کے ثبوت میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہتا رہتا ہوں اور اس خط میں بھی اوپر بہت کچھ کہہ چکا تاہم پھر کہتا ہوں اور ابھی معلوم نہیں اس کو کتنی مرتبہ اور بھی کہنا پڑیگا میں نے کہا تھا کہ آپ نے ایک آیت شریف کو میرے دعوے کے ثبوت میں پیش فرمادیا ہے۔

وہ یہ ہے [وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ]
[اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو] اور بعد کا حصہ اُس کا یہ ہے جس کو آپ نے نقل نہیں کیا وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا] [اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں]

امام احمد نسائی اور بیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک نبی آئیں گے کہ اُن کے ساتھ صرف ایک ہی آدمی ان کا اُمتی ہوگا پھر ایک اور نبی آئیں گے اُن کے ساتھ دو آدمی ہوں گے اسی طرح آتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اُن سب سے دریافت فرمائیگا کہ تم نے تبلیغ کی؟ سب کہیں گے کہ خداوندا کی ہے پھر اِن کی اُمتوں سے دریافت کیا جائیگا کہ انھوں نے تمھیں احکام پہنچائے؟ وہ انکار کریں گے پھر انبیا سے گواہ طلب کئے جائیں گے وہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرینگے پھر ان سے پوچھا جائیگا کہ تمھیں کس طرح معلوم ہوا عرض کریں گے ہمارے پاس نبی کتاب لیکر آئے اس میں یہ بھی تھا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اُمت کو احکام پہنچائے ہم نے اس کی تصدیق کی۔ کہا جائیگا بیشک تم سچ کہتے ہو۔

جس حصہ عبارت پر خط کھینچ دیا گیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب قرآن کے علم پر موقوف ہوگا۔ اور یہ جواب امت اور امت کا ہر فرد دے گا نہ کہ صرف علماء۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں اب امت کی بحث بحث بنکر نہ رہ جائے اور میری محنت اکارت جائے اسلئے اُمت کی تعریف بھی سُن لینی چاہیئے۔

دارمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کعب احبار سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت توریت میں کیونکر ہے انھوں نے

کہا ہم نے تورات میں لکھا پایا ہے کہ وہ محمد بن عبداللہ نبی مکہ میں پیدا ہوں گے اور طابہ (مدینہ) کی طرف ہجرت فرمائیں گے اور ملک شام ان کے قبضہ میں ہوگا نہ وہ بدزبان ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کے بدلے برائی نہ کریں گے بلکہ درگذر کرینگے۔ اُن کی اُمت اللہ تعالیٰ کی محبت کرنے والی ہوگی۔ ہر سختی اور نرمی خوشی اور غم کی حالت میں اللہ کی حمد کریگی۔ بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہنے والی اور اپنے اطراف کو وضو سے منور کرنے والی ہوگی۔ وسط کمر پر تہ بند باندھیں گے۔ نمازوں میں صف بندی کریں گے جیسی کہ اپنی لڑائی میں مسجدوں میں اُن کی آوازیں کمی کی آواز سے نرم اور پست ہوں گی نہ بالکل پست بلکہ ایسی کہ دوسرا (پاس والا) سُن سکے۔

جناب کے خط کے جواب میں صرف اوپر کی عبارت ہی کافی ہے تاہم عوام کے فائدے کیلئے کچھ اور بھی لکھا جاتا ہے۔

اِس اُمتِ وسط کی تعریف میں ایک لفظ خیرامت کا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ [كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ] [تم ہو بہتر سب امتوں سے جو پیدا ہوئے ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسندیدہ بات پر اور منع کرتے ہو ناپسندیدہ سے] کیسی تعجب کی بات ہے کہ اتنی واضح آیت کی موجودگی میں انکار پر اصرار کیا جائے کیا اِن میں ساری کی ساری امت کے پیدا ہونے کا واحد سبب امر معروف اور نہی منکر کی انجام دہی کو قرار نہیں دیا گیا اور کیا اس میں کسی قسم کی بھی تخصیص ہے یا مرد عورت، بوڑھے، جوان اور بچے سب شریک ہیں۔ کیا سند یافتہ عالم اور جبہ و دستار کی کوئی قید لگائی گئی یا عامی مسلمان کو بھی وہی حق دیا گیا جو درس عالیہ او نظامیہ دیوبند اور جامعہ ازہر کا نصاب ختم کئے ہوؤں کے لئے ہے۔

قرآن مجید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مجموعے کا ہی نام ہے اور پھر جو کچھ ہے وہ بھی اسی کیلئے ہے اور پھر سب کا ایک مقصد ہے کہ اللہ کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلکر ہر انسان اللہ والا بن جائے۔ اس فرض کو پورا کرنے اور یاد دلاتے رہنے کے لئے ساری امتوں کی موجودگی میں اسی امتِ وسط اور خیر امت کی ضرورت تھی جس کا جینا۔ مرنا سفر حضر۔ تجارت کاشتکاری اور ملازمت غرض زندگی کا ہر لمحہ اسی جہاد میں گذرے اور جس کا ہر فرد اللہ کا سپاہی اور

شاید معترضین کو اچنبھا ہو کہ یہ کیا کہا گیا کہ اسلام کا ہر نام لیوا حاملِ قرآن ہے اور اللہ کے اس آخری پیغام کا پیغامی اور تبلیغی جہاد کیلئے اللہ کا سپاہی مگر حقیقت میں جن کو قرآن مجید سے کچھ بھی لگاؤ ہے اور جو ذرا بھی اس بات کو چاہتے ہیں کہ قرآن سے انسانوں کا فائدہ ہو اور قرآن کا مقصد پورا ہو اُن کو اس پر تعجب کیا ہو گا اُن کو تو اس کے علاوہ ابھی بہت کچھ اور عمومیت نظر آئیگی۔ ملاحظہ ہو [وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ]

[اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیک بات کا اور منع کرتے ہیں بُری بات سے اور قائم کرتے ہیں نماز کو] آیتِ شریف نے ایمانداروں کی تعریف میں امر معروف اور نہی منکر کو داخل کر کے بکواس کرنے والوں کے منہ پر مہر لگا دی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ جو کوئی امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑے گا وہ ان ایمانداروں کے زمرے سے خارج ہو گا۔ جن کا وصف اس آیتِ شریف میں مذکور ہے۔

اس آیتِ شریف میں عورتوں کو امر معروف اور نہی منکر کرنے والوں میں شریک کیا گیا ہے اب بچوں کے متعلق بھی ملاحظہ ہو۔

حضرت لقمان اپنے بچے کو نصیحت فرماتے ہیں يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (پارہ (۱) رکوع (۲) سورۂ لقمن) بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور (اِس راہ میں) تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر مستقل مزاج رہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

حضرت لقمن اُن ہی باتوں کی اپنے بچے کو نصیحت فرماتے ہیں جو پیغمبروں کے فرائض ہیں اور جو علماء و مشائخ کا کام ہے اور پھر اس پر جمے رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ بچوں کا کام ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ بڑے اولوالعزم لوگوں کا کام ہے۔

بھول نہیں جانا چاہئے کہ قرآنی قصص گفتہ آید در حدیث دیگراں کی مصداق ہیں یعنی گزشتہ امتوں کا تذکرہ سزا و جزاء اور پیغمبران وقت کی تعلیمات وغیرہ کا اسلئے بیان ہوا ہے کہ امت محمدیہ صلعم اور دوسرے لوگوں کو اِس سے نصیحت حاصل ہو اس آیت میں حضرت لقمن نے اپنے بیٹے کو جن باتوں کی وصیت فرمائی اُس کا یہ مطلب ہے کہ ہر مسلمان والدین کو یہ چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کو بھی ان ہی چیزوں کی تعلیم دیں ذرا قوموں کی ہلاکت اور نجات کو بھی دیکھنا چاہیے کہ کس چیز پر منحصر ہے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىٕیْسٍۭ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝] پھر جب بھول گئے جو اُن کو سمجھایا تھا (تو) بچالیا ہم نے (ان) کو جو منع کرتے تھے بُرے کاموں سے اور پکڑ لیا گنہگاروں کو بُرے عذاب میں بدلے میں انکی نافرمانی کے۔

یہ ایک قوم اور ایک بستی کا تذکرہ ہے جو امر معروف اور نہی منکر کو ترک کر چکی تھی اور اسی گناہ اور اسی نافرمانی میں مبتلا تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پاداش میں اس کو آسمانی عذاب سے ہلاک کر دیا مگر ان لوگوں کو بچالیا جو امر معروف اور نہی منکر کو نہ بھولے تھے اور اِس فرض کو انجام دے رہے تھے۔

یہ بھی سننا چاہئے کہ زمین کی بادشاہت بھی ان ہی لوگوں کے حصے کی ہے جو امر معروف اور

نہی منکر کرتے ہیں۔ الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وَ اَمَرُوا بالمعروف ونھوا عن المنکر] وہ کہ اگر ہم ان کو بادشاہت دیں زمین کی (تو) قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برے کام سے

یہ خوب سمجھنا چاہیے کہ مسلمانوں نے اپنی اصلی اسلامی سلطنت کو اسی دن سے کھونا شروع کیا جب سے امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑا اور اس کو اس وقت چھوڑا جب سے قرآن کو چھوڑا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح آپ کے خط میں صرف ایک پہلو کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ قرآنِ مجید صرف علما وغیرہ کیلئے ہے میں نے اس کا دوسرا پہلو جو نظر انداز ہو گیا ہے اُس کو اچھی طرح ظاہر کر دیا ہے۔ اب اس میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہ رہ جائے گا میں قرآنِ مجید کو خواص کیلئے خاص درجہ میں فائدہ مند سمجھتا ہوں اور عوام کیلئے عام درجہ میں مگر سمجھتا سب کے لئے فائدہ مند ہوں خواص کیلئے جہاں پر خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے قرآنِ مجید میں وہیں پر اسکا سبب بھی بتلا دیا گیا ہے ایک مرتبہ آپ اور بھی اپنی پیش کردہ آیات کو تلاوت فرمالیں تو اس امر کی تصدیق ہو جائیگی۔ میں نے اس کی وضاحت سلسلۂ اشاعتِ قرآن کی کسی اشاعت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رسالہ میں کر دی ہے آپ اس کا مطالعہ بھی فرما سکتے ہیں۔

محدثین اور فقہائے عظام نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ضروری اور اشد ضروری ہیں۔ مگر نہ وہ خود کبھی اس سے مستغنی ہیں جو عوام کو سمجھا جائے یعنی خواص کو بھی اسکی ضرورت ہے اور عوام کو بھی مگر اُن اس سے قرآن سے بے نیاز ہو جانا تو کسی طرح سے نکلتا ہی نہیں جو بدقسمتی سے آج اچھے سے اچھوں کو مہم فرع کتنے دنوں تک سرسبز و شاداب رکھ سکتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسلامی تصنیفات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے مگر مسلمان مسلمان باقی نہیں رہے اور آئے دن ہر طرح کے انحطاط پذیر ہیں۔ میں ان ہی ذخیروں سے فیضیاب ہونے کیلئے تو قرآن کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اصل کے ہاتھ آنے پر فرع ضرور ہاتھ آجاتی ہے

قرآنِ مجید کا ایک عام فائدہ ہے اور ایک خاص تو خاص کو خواص کیلئے رہنے دینا چاہئے
مگر عام سے عوام کو کیوں روکا جائے اور محروم رکھنے پر اصرار کیا جائے۔ اس نظریے پر تو اب
دنیا میں گویا قرآن مجید اور اس کی تلاوت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی جیسا کہ آپ کا خیال ہے
حیف ہے کہ آپ نے قرآنِ مجید کو صرف مسئلے مسائل اور چند قسم کی عبادات تک محدود سمجھا ہے
جو فقہا کے یہاں ملینگی۔ کیا ان مسائل کے جاننے والے اور ان عبادات کے پورا کرنے والے مسلمانوں میں کیا
نہیں ہیں۔ ہیں اور لاکھوں ہیں مگر اُن کے اندر وہ بات موجود نہیں جس کی کمی نے پوری قوم کو پستی
کے غار میں ڈھکیل دیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو قرآن کی عام تعلیم اور عام تلاوت سے پیدا ہوگی اور
یہی وہ چیز ہے جس کے کھو جانے کے خیال سے صاحبِ قرآن آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ "کتاب اللہ
کے سوا مجھ سے کچھ نہ لکھو" اور پھر یہی وہ چیز ہے جس کی حفاظت کیلئے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضؓ
حدیث شریف جیسی چیز کے بیان سے لوگوں کو روکتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ناقابلِ بیان فائدہ اور اثر کیا دوسری
تصنیفات اور دوسرے مصنفین سے حاصل ہو سکتا ہے اور اگر نہیں تو خدارا آپ میرے ہمنوا ہوں اور قرآنی تحریک کے [illegible]
جس چیز کی کمی نے مسلمانوں کی عبادات، معاملات غرض دین اور دنیا جو کچھ بھی ہے اُن سب پر
حملہ کیا ہے ذوقِ صحیح رکھنے والوں کیلئے قرآن مجید میں کثرت کیساتھ نظر آئیں گی۔ کلا انّ ھذہ
تذکرۃ فمن شاء ذکرہ۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔
ان ھو الا ذکری للعالمین کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ قرآن مجید سمندر ہے اس سے ہاتھی یا اونٹ
کو بھی پانی پینے دیجئے اور غریب گوریا اور لال چڑیا کو بھی سیراب ہونے دیجئے۔ [illegible]
میرے مخدوم مجھے امید ہے کہ آپ قرآنِ مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی کرنے کے لئے کمربستہ
اور اوپر جو کچھ لکھا گیا اس کو مختصر تصور فرمائینگے۔ والسلام۔

ابو محمد مصلح

بچوں کی تفسیر

قرآن مجید کی تعلیم کا نیا طریقہ

اگر مسلمان اپنی آئندہ کی بہتری کے خواہاں ہیں تو ان کا فرض ہے کہ اپنی آنیوالی نسل کی حالت کو بہتر بنا دیں۔ میں مسلمانانِ عالم سے کہونگا کہ خدارا وہ اپنی اپنی اولاد کو وہ چیز دیدیں جس کا نام قرآن ہے۔ وہ اسکو کائنات کی دولت سمجھیں وہ اس کو خدائی طاقت خیال کریں اور وہ اس کو دین و دنیا کی بادشاہت تصور کریں۔

قرآن مجید اصل دین ہے۔ قرآن مجید اتحاد عالم کا حامی ہے۔ قرآن مجید پستی سے اٹھا کر ترقی کے بام پر بٹھا دینے کا ضامن ہے۔

قرآن مجید زندگی ہے۔ قرآن مجید آب حیات ہے۔ قرآن مجید اللہ کا آخری پیغام ہے اس لئے عموماً ہر انسان کی اور خصوصاً ہر مسلمان کی زندگی کا دستور العمل ہے۔

آفتاب قرآن نے طلوع ہو کر صحرائے عرب کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی بدترین قوم کو اعلیٰ ترین بنا دیا تھا۔ پس آج بھی جبتک قرآن کا چراغ دوبارہ روشن نہ ہوگا تاریکی ہی ہوگی۔ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے اس لئے انکو خدا نے چھوڑ دیا ہے اور پھر یہ جبتک قرآن مجید کو اختیار نہیں کرتے آسمانی تائید حاصل نہیں ہوتی۔

میں کتاب کے ہر تاجر سے ہر والدین سے ہر ثروتی افراد سے اور قوم کی ہر مخیر ہستی سے درخواست کرتا ہوں کہ اس نئے قسم کی تفسیر کو یکمشت بطور ہدیہ کے لیکر ہر گھر ہر مدرسہ ہر مسجد اور ملک کے ہر گوشے میں پہنچا دیں۔

یہ پارہ عم کی تفسیر ہے بچوں کیلئے لکھی گئی ہے۔ مگر نوجوان اور بوڑھوں کے فائدے کی بھی ہے۔ اس میں قرآن مجید کی تعلیم کا نیا طریقہ بتایا گیا ہے جس سے چار، پانچ برس کے بچے اور بچیاں بھی قرآن کو معنی و مطلب کیساتھ یاد کر سکینگے۔ اس میں روزے نماز حج زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ کے ارکان اور مسائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں جو اس قسم کی دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

اسکے اندر ایک مبسوط مقدمہ بھی ہے جو پڑھنے والے کو قرآنی علم و عمل پر آمادہ کرنیکے لئے تیار ہے۔ بچوں کی تفسیر ایک سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے اور مجلد ہے۔ اس کا ہدیہ ایک روپیہ ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ہر مسلمان کے ہاتھ میں پہنچ سکے۔ میری التجا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر بچوں کی تفسیر کو قبول عام عطا فرمائے اور مسلمانوں کی آئندہ نسل علمبردار قرآن ہو کر روئے زمین پر حکومت الٰہی، عبدیت الٰہی اور محبت الٰہی کا دور دورہ کرے۔ آمین۔

ابو محمد مصلح

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس

دفتر قرآنی تحریک حیدرآباد دکن۔

سلسلہ اشاعتِ قرآن حیدرآباد دکن

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۴۹ ہجری

جلد (۲) نمبر (۱)

فضائلِ قرآن

(مرتبہ)

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

(دفتر)

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ

سالانہ دس روپیہ۔ ماہوار پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ قرآن

یوں تو قرآن مجید کا کوئی ورق اور کوئی صفحہ اس صحیفۂ آسمانی کی فضیلت اور بیان سے خالی نہیں مگر ان کا احصا کرنا مقصود نہیں بلکہ صاف وصریح الفاظ میں جہاں جہاں قرآن مجید کے فضائل بیان ہوئے ہیں ان ہی سے اقتباس لیا گیا ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ ماہ رمضان المبارک کا ہے اس لئے بھی یہ تحفہ لائق صد قبول ہو گا

صراطِ مستقیم

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ

الٓمّٓ۔ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو

اس سے پہلے سورہ فاتحہ میں بندے نے یہ التجا کی تھی کہ اے میرے معبود مطلق اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں چلا اور بتا اور سمجھا سیدھی راہ جس سے چل کر ہم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اور ہر کام میں تیری خوشنودی حاصل کر سکیں اور جس پر چل کر اپنی منزل مقصود کو پہنچیں یعنی جس غرض کیلئے تو نے پیدا کیا ہے اے خدا ہم اس کو پورا کریں۔ تیرے حکم کو مانیں۔ تیری حکومت میں رہیں۔ تجھ کو معبود سمجھیں۔ تیری عبادت کریں تجھ کو محبت کئے جانے کے لائق سمجھیں اور صرف تجھ ہی سے محبت کریں۔ تو سورۂ بقرہ کی اس سب سے پہلی آیت میں اسے بتایا جاتا ہے کہ وہ صراط مستقیم قرآن ہے جس سے اے بندے تیرا یہ مقصد پورا ہو گا

ارشاد ہے یہ قرآن بیشک وشبہ وہی کتاب ہے جس کی اس سے پہلی کتابوں میں بھیجے جانے کی اطلاع دی گئی تھی وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ یہ راہ دکھلاتی ہے۔ انسانی زندگی کے مقصد کو بتاتی اور اچھی طرح سمجھاتی ہے۔ اسکے بعد چند وہ شرائط بتلائے گئے ہیں جو ہدایت یافتہ ہونیکے لئے ضروری ہیں۔

بے مثال کتاب

رکوع ۳ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ سورۃ البقرہ
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ
لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ؕ

اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو اور بلالو اپنے حمائیتوں کو جو خدا کے سوا ہیں اگر تم سچے ہو۔

آیت شریف میں قرآن مقدس کے منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ ہے اور اس پر دلیل پیش کی گئی ہے کہ انسانی قوت اس کی ایک سورت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتی اور اپنی اجتماعی قوت سے بھی قرآن مجید کی ایک سورت کے مانند عبارت نہیں لکھ سکتی۔ جب حال یہ ہے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کو خدا کا کلام مان کر عمل کیا جائے کہ دوزخ سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت ہے۔

قرآن مجید کا نزول

رکوع ۲۳ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ سورۃ البقرہ
مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ

ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالۃ ہے منجملہ ان کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی ہیں۔

آیت شریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مقدس کا نزول رمضان شریف کے مہینہ میں ہوا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ انسان کے پیدا ہونے کی غرض کو بتاتا اور اس مقصدِ عظیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو اسکے پیدا کرنے والے کے انعامات کا اس کو مستحق بنا دے۔ یہ معجزہ ہے اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

حقیقت میں تو قرآن مجید ہمیشہ سے علمِ ذاتِ باری تعالیٰ میں تھا اس کے بعد لوحِ محفوظ پر آیا پھر سماءِ دنیا پر اسکے بعد ذاتِ مبارک پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غارِ حرا میں نازل ہونا شروع ہوا

اور ۲۳ برس کی مدت میں پورا ہوا جو آج ہمارے سامنے ہے اور قیامت تک اسی شکل میں انسانی اور شیطانی دستبرد سے محفوظ رہیگا۔

بیان - ہدایت - موعظت

رکوع ۱۴ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ○ سورۃ آل عمران

یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت نصیحت ہے پرہیزگاروں کیلئے

قرآن مجید میں جو ذکر ـ جو بیان ـ جو مثالیں ـ جو ڈراوے اور جو خوشخبریاں ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ پر انسانوں کے فائدے کیلئے ہیں - قرآن مجید میں جو قصے ہیں وہ بھی عبرت کیلئے ہیں اور سبق حاصل کرنیکے لئے ہیں اسی لئے لازم ہے کہ قرآن مجید کو پڑھا جائے اور عمل کی نیت سے پڑھا جائے اور اپنے روزمرہ اور اپنی حالات پر منطبق کیا جائے پھر اردگرد - ماحول - اپنے گھر - اپنے خاندان - اپنے کنبے - اپنے ہمسائے - اپنے محلے - اپنی بستی - اپنے ملک اور پھر ساری دنیا کی حالت سے اس کو ملایا جائے اور ہمت کی جائے کہ حالات قرآنی حالات ہو جائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے قرآن مجید کے علم و عمل کی علم دعوت دی جائے اور اس کو لازمی قرار دیا جائے - پھر وقت آئے گا دنیا قرآنی دنیا بنجائے گی۔ حکومت الٰہیہ کا قیام ہوگا اور عبد اپنے معبود کی شان کو پہچانیں گے اور اللہ کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوگی۔

قرآن مجید کا یہ عجیب وصف ہے کہ وہ ایک بہترین واعظ، بہترین رہنما اور بہترین مونس و غمخوار ہے - پڑھنے والا پڑھے اور دیکھے کہ قرآن مجید اس سے کیا کیا اور کس کس طرح نا سمجھ کیا سلوک کرتا اور کس کس عالم میں لیجاتا ہے قرآن مجید رہنما بھی ہے اور ناصح مشفق بھی - یہ یقینی ہے کہ قرآن جو کچھ اپنی شان میں کہتا ہے حقیقت میں وہ وہی ہے - اس کے بتائے ہوئے کا حصول یقینی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انسان متقی بن جائے - اور متقی کی شان کا اظہار سورۂ بقرہ کے شروع میں ہی ہے۔

قرآن مجید اختلاف سے پاک ہے

رکوع ۱۱ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا سورۃ النساء

فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا ○

کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔

آیت شریف سے اوّل تو اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت میں غور و فکر لازم ہے دوسرے قرآن مجید کو منجانب اللہ بتانا مقصود ہے اور اس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر قرآن مجید کسی انسان کا کلام ہوتا تو انسانی طبائع کے اختلاف کا رنگ اس میں کہیں نہ کہیں ضرور جھلکتا۔ اس کا پتہ بھی تدبّر سے ہی ملے گا۔ اس لئے تدبّر سے کام لو۔ گویا قرآن مجید کو اپنی حقانیت پر اس قدر دعویٰ ہے کہ بطور چیلنج کے کہا جاتا ہے کہ اے انسانو! تم خود غور کرکے نتیجہ صحیح تک کیوں نہیں پہنچتے۔

ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ مخلوق ہر حال میں اُس حال کے موافق ہوتا ہے۔ غصّے میں مہربانی والوں کی طرف دھیان نہیں رہتا اور مہربانی میں غصّے والوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ دُنیا کے بیان میں آخرت یاد نہیں آتا اور آخرت کے بیان میں دُنیا فراموش ہو جاتی ہے۔ بے پروائی میں عنایت کا ذکر نہیں اور عنایت میں بے پروائی کا ذکر نہیں۔ قرآن شریف جو خالق کا کلام ہے یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر ہوتی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک راہ پر ہے علم النفس کا یہ باریک ترین مسئلہ کہ انسان ہر آن ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ اس کا ہر حال صد ہزار ماضی کا عالم رکھتا ہے اور وہ مشکل سے کسی ایک خیال کو بھی بجنسہٖ ایک کیفیت پر قائم رکھ سکتا ہے۔ آیت مندرجہ بالا میں ثابت کیا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے۔ یہ قدرت صرف قادر و توانا خدا کو ہے جس کا جلوہ اُسکے کلام میں بھی ظاہر ہے۔ پس قرآن میں تدبر کرنے والا الٰہی حقائق سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔ اس لئے گویا یہ مشورہ دیا کہ قرآن کی تلاوت غور و فکر کے ساتھ ہونی چاہیئے۔

احکاماتِ قرآنی نفاذ پذیر ہونے کیلئے ہیں

رکوع ۱۵ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىکَ اللّٰہُ ؕ سورۃ النساء

بیشک ہمنے آپکے پاس کتاب واقع کیموافق بھیجی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے۔

آیت شریف میں قرآن مجید کے نزول کی ایک غرض یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ انسانوں کے اندر حکم کرنے کیلئے ہے یعنی لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ اسی کے بتلائے ہوئے احکام اور قانون کے مطابق ہونا چاہیئے۔ عالمگیر قرآنی تحریک کے سلسلے میں بار بار اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ قرآنی قوانین نفاذ پذیر ہونے کیلئے ہیں اور اللہ کی حکومت قائم ہونے کے لئے ہے اور انسانوں کو دراصل اللہ تعالیٰ کا محکوم فرمانبردار ہونا چاہئیے۔ روئے زمین کے بادشاہان وقت کو خدا کی نیابت میں کام کرنا چاہئیے ورنہ ان کی بغاوت کا انجام اچھا نہیں۔ دوسری صورت میں یہ غاصب ہیں اور خائن ہیں۔ کاش دُنیا میں اس خیال کے لوگ کسی زمانے میں بھی پیدا ہوں اور آج جو چیز ذہن میں بھی نہیں ہے وہ منظر عام پر آجائے۔

ادب والی کتاب

رکوع ۲۰ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ سورۃ النساء
يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس قرآن مجید میں یہ حکم بھیج چکا ہے کہ جب احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سُنو تو اُن لوگوں کے پاس مت بیٹھو جبتک کہ وہ کوئی اور بات شروع کردیں۔ ایسی حالت میں تم بھی اُن ہی جیسے ہوجاؤ گے

آیت شریف میں اُن احکامات الٰہیہ کے ادب اور توقیر کا بیان ہے جو اصولاً قرآن مجید میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس میں سُننا اور دیکھنا ہر دو شامل ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ حامل قرآن قوم اور اسکا ہر فرد قرآنی احکامات کو ہر وقت مستحضر رکھے گا اور جہاں ہوگا جس سے ملے گا اُس کا کان اور اُس کی نگاہ اس پر لگی ہوگی کہ کہیں اللہ کی حد کو توڑا تو نہیں جا رہا ہے اور اسی طرح احکامات الٰہیہ کے ساتھ استہزا تو نہیں کیا جارہا۔

آیت شریف میں وہ بات بتلائی گئی ہے جس سے مسلمان خود تو کیا خدا کا نافرمان بندہ بنے گا بلکہ

وہ تو دوسری قوموں اور اُنکے افراد پر اپنے اس طرز عمل سے ثابت کریگا کہ وہ دین کے معاملہ میں کیسا سخت ہے۔
مسئلہ۔ اہل باطل کے ساتھ مجالست کی چند صورتیں ہیں اوّل انکے کفریات پر رضا کے ساتھ یہ کفر ہے
دوم اظہار کفریات کے وقت کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر یہ فسق ہے۔ سوم کسی ضرورت دنیوی کے واسطے یہ مباح ہے
چہارم تبلیغ احکام کیلئے یہ عبادت ہے۔ پنجم اضطرار و بے اختیاری کے ساتھ اس میں معذور ہے۔

نور

رکوع ۲۴ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ سورۃ النساء
اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے
آیت شریف میں پہلی بات تو یہ ہے کہ نوع انسان کے ہر فرد کو مخاطب کیا گیا ہے اس سے یہ معلوم ہو جانا
چاہیئے کہ قرآن مجید جمیع اقوام عالم کی ہدایت کیلئے ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن مجید کو دلیل کہا گیا ہے گویا وہ خود
دعویٰ بھی ہے دلیل بھی دوسرے لفظوں میں آپ اپنا ثبوت بھی ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

تیسری بات یہ کہ وہ منزل من اللہ ہے اور چوتھی بات یہ کہ وہ ایک صاف نور ہے جس طرح آفتاب نہ ہو تو
کوئی چیز نظر نہیں آتی اور باوجود آفتاب کی موجودگی کے اگر آنکھ کا نور میسر نہ ہو جب بھی ہر شے تاریکی میں ہوگی
اسی طرح اگر قرآن کا نور موجود نہ ہوتا تو حق و باطل میں تمیز نہ ہوتی اور منزل مقصود نظر نہ آتی اب اسکی موجودگی
میں بہشت و دوزخ نظر نہیں آجاتے۔ کل جو کچھ ہونے والا ہے وہ آج معلوم نہیں ہو جاتا اور سچ تو یہ ہے
کہ اگر خدا نظر نہیں آجاتا تو مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی۔ کی مثال صادق آتی ہے۔
جس طرح آفتاب کی موجودگی میں انسان کیلئے دوسری دوسری شکل میں مختلف قسم کی روشنیوں کی
ضرورت ہوتی ہے اور اُسی سے اپنی اپنی حاجت روائی کر لیتے ہیں مگر جب آفتاب عالمتاب طلوع ہوتا ہے
بلکہ اُسکے طلوع ہونے کے آثار نمایاں ہوتے ہیں تو اُس وقت سب ہی اپنی اپنی روشنی کو گُل کر دیتے ہیں یہی حال

پچھلی کتابوں کا سمجھنا چاہئے کہ قرآن جو نورِ مبین ہے اور آفتابِ حقیقت کا حکم رکھتا ہے اسکے طلوع ہونے پر سب کی روشنیاں بجھ گئیں بلکہ پانسو برس پہلے ہی سے اس کا اہتمام کیا گیا۔ اور اب اگر کوئی مذہب والا اپنی مذہبی آسمانی کتاب کو لئے بیٹھا ہے تو اگرچہ وہ بھی نور ہے مگر اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آفتاب کی موجودگی میں چراغ جلائے تو اُس کو کوئی بھی عقلمند نہیں کہے گا۔ اس کے علاوہ وہ آفتاب کے فائدے اور اُس کی روشنی سے جو محروم رہے گا تو اسکے وبال سے بچ نہ سکے گا۔

جب یہ حال آسمانی کتاب والوں کا ہے تو پھر اُن کا کیا ٹھکانا ہے جو اسلام کے اندر فرقے فرقے ہو کر اپنے اپنے نفس کی کتابوں پر چل رہے اور کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ کی مصداق بنے ہوئے ہیں۔

حقیقت امر یہ ہے کہ دُنیا کی یہ ظلمت پسندی کا ایک اور صرف ایک سبب ہے کہ جو چراغ ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے کہ مکہ اور مدینہ سے روشن ہوا تھا وہ رسمیات کی نظر ہو گیا ہے۔ طاقوں، الماریوں، جزدانوں، مدرسے کی چاردیواریوں وعظ کے ممبروں میں نظر بند ہو گیا ہے تو جب تک آفتابِ حقیقت پھر طلوع نہیں ہوتا اور پھر خدائی چراغ روشن نہیں کیا جاتا یہی حالت باقی رہے گی۔ خدا کرے وہ مبارک جماعت جلد خروج کرے جسکے ایک ہاتھ میں خدا کا یہ نور ہو اور دوسرے ہاتھ میں شریعت کی چمکتی ہوئی تلوار۔

اسی نورِ مقدس اور اسی کتابِ مبین کی شان میں ارشاد ہے يُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذۡنِهِۦ وَيَهۡدِيهِمۡ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ ۝ اللہ تعالیٰ اس نور اور کتابِ مبین کے ذریعہ سے جو چاہے اُس کو کفر و جہل کی تاریکیوں سے باہر نکالکر ایمان و یقین کی روشنی میں لے آتا اور صراطِ مستقیم نصیب کرتا ہے۔

کفر و اسلام، حق و باطل، علم و جہل اور نور و ظلمت کی تمیز بھی اُسی کو نصیب ہوتی ہے جو اسکی خواہش کرے ورنہ ظاہر ہے کہ نعمت کفرانِ نعمت والوں کیلئے نہیں ہو سکتی۔ ان کا فرق بھی اللہ کی کتاب کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں بتا سکتی حقیقت امر تو یہی ہے جو اوپر بیان ہوا مگر کتنے بڑے حیرت کی بات یہ ہے اور کس قدر ماتم کا یہ مقام ہے کہ دُنیا اسلام کو کفر، باطل کو حق، ظلمت کو نور اور جہل کو علم سمجھ رہی ہے۔ اور پھر مصیبت پر مصیبت یہ ہے کہ کوئی ایسا زبردست ہاتھ پیدا نہیں ہوتا جو اس حالت سے کھینچکر ان کو باہر نکال دے۔

علم کو جہل اور جہل کو علم سے تعبیر کرتے ہوئے عملاً اگر کسی قوم کو کوئی دیکھنا چاہے تو دوسری قوموں کو جانے دیجئے خود آج کے مسلمانوں کو لے لیجئے۔ قرآن مجید علم ہے لیکن سو میں سے ننانوے مسلمان اس سے محروم ہیں اور اپنی محرومی کی خبر بھی نہیں رکھتے مگر برعکس اس کے دوسرے علوم جو بغیر قرآن کے جہل مرکب سے کم نہیں ہیں۔ اُن کے حصول میں گھلتے ہوئے کم سے کم سو میں سے دس تو ضرور مل جائینگے اور اسی قدر اس کی فکر میں مبتلا نظر آئیں گے۔ فیا حسرتاً علی العباد۔

مہیمن

رکوع ۸ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَٰبِ سورۃ المائدۃ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی سچائی کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں انکی بھی تصدیق کرتی ہے اور اُن کتابوں کی محافظ ہے تو اُنکے باہمی معاملات میں اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے

آیت شریف میں پہلے تو قرآن مجید کو مُنزل من اللہ فرمایا گیا اور حق کے نام سے یاد کیا گیا اور اسکے بعد کل آسمانی کتاب کی تصدیق کرنے والی اور محافظت کرنے والی کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمیع کتب سماوی کی نچھک تعلیمات کا قرآن مجید مجموعہ ہے۔ پھر چونکہ یہ آخری آسمانی کتاب ہے اس لئے اس کی تعلیمات کی حفاظت کا خدائے قدوس نے ذمہ لے لیا ہے تاکہ خلط ملط ہو کر دوسری کتاب کی ضرورت لاحق نہ ہو سکے۔ قرآن مجید کا یہ کتنا بڑا احسان مذاہب عالم پر ہے اور اقوام عالم کو کس قدر قرآن مجید کا بیر و ہونا چاہئے کہ اس بزرگ کتاب نے اُن کی مذہبی کتابوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے جسکے بغیر وہ کچھ بھی نہ تھے۔ اگر قرآن مجید کا نزول نہ ہوتا تو حقیقت میں ہر مذہب والے اس چیز سے محروم ہوتے جو انکے مذہب کی جان ہے۔

آیت شریف میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ قرآن مجید کے احکامات بجا آوری کے واسطے ہیں۔ اس کے

قانون نفاذ پذیر ہونے کے لئے ہیں اور اسکے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ ہوا و ہوس ہے شیطانی وسوسہ ہے اور نفس کا دھوکا ہے۔ اسی لئے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ دوسری قوموں کے معاملات او رمقدمات کا فیصلہ بھی اسی قرآن کے مطابق ہونا چاہئے۔ گویا اوپر جو کہا گیا تھا کہ قرآن مجید ہر قوم کی آسمانی کتاب کا محافظ ہے یعنی اُن کی خالص تعلیمات کو سمیٹے ہوئے ہے تو مطلب یہ ہوا کہ قرآنی احکامات کے مطابق فیصلہ کرنا خود اُن کی مذہبی کتابوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔

قرآن مجید کی تبلیغ

رکوع ۱۰   يَآأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۚ   سورۃ المائدۃ

اے رسول جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کرینگے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

آیت شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جاتا ہے کہ آپ پورے قرآن مجید کی تبلیغ کیجئے۔ یہ نہیں کہ اس میں سے کچھ چیز تو تبلیغ میں آئے اور کچھ کو آپ چھوڑ دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس حکم میں کونسی مصلحت ہے۔ ایسا تو ناممکن ہے کہ دُنیا کا گمراہ سے گمراہ شخص اور متعصب ترین انسان بھی کسی نہ کسی حکم کی دانستہ یا نادانستہ پیروی نہ کرتا ہو تو کیا اس سے وہ اسلام میں داخل سمجھا جائے گا نہیں بلکہ پورے پورے اسلام میں داخل ہونا پڑے گا۔

آیت شریف میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اگر اے رسول آپ نے ایسا نہیں کیا تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ آپ نے خدا کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔ کیونکہ قرآن مجید مجموعہ فرض ہے تو جیسا کل کے اخفار سے یہ فرض فوت ہوتا ہے اسی طرح بعض کے اخفار سے بھی وہ فرض فوت ہوتا ہے۔

آیت شریف میں قرآن مجید کی تمام وکمال تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ایسا کامل ترین تبلیغی نکتہ ہے

جس سے عرصۂ دراز سے مسلمان بےخبر ہیں۔ یہ انفرادی طور پر ہزاروں چیزوں کی تعلیم و تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں مگر آج جو نتیجہ برآمد ہو رہا ہے دنیا پر روشن ہے۔ کاش یہ اب بھی اس راز کو سمجھیں کہ فقط ایک قرآن مجید کی تعلیم و تبلیغ اصولاً ہر ہر بہتر و جائز امر کی تعلیم و تبلیغ ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک شخص قرآن مجید کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو قبول کر لو اور اس دعوت پر ایک شخص لبیک کہتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ قرآن مجید جو کچھ کہے گا ہم اُس کو قبول کرینگے تو گویا وہ وعدہ کر رہا ہے کہ نماز بھی پڑھیگا روزہ بھی رکھے گا حج بھی کرے گا۔ زکوٰۃ بھی دیگا۔ یعنی ہر امر کو بجالائیگا اور ہر نواہی سے بچے گا۔

محبت کے آنسو

رکوع ۱۱ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ سورۃ المائدہ

اور جب وہ قرآن کو سُنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ اُن کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

آیت شریف میں حق شناس اہلِ دل لوگوں کا بیان ہے اور اُن کی اُس کیفیت کا جو محبوبِ مطلق کے پیام کو سُنکر اُن پر طاری ہوتی ہے۔

آیت شریف میں قرآن مجید کے تاثرات کا ذکر ہے اور اس کا یہ اثر بتایا گیا ہے کہ سُننے والا فوراً متاثر ہوتا ہے۔ قرآن مجید آقائے حقیقی کا کلام ہے، لوگ انسانوں کی کہی ہوئی غزل اور ٹھمریوں پر وجد میں آتے ہیں۔ سانپ جیسا موذی جانور تونبی کی آواز سُن کر سر دُھنتا۔ ہرن کے ایسا وحشی حیوان بین کی آواز پر چوکڑی بھولجاتا ہے تو کیا ہو گیا ہے زمین والوں کو جو آسمان والے کا کلام سُنکر تڑپ نہیں جاتے آنکھیں محبت کا آنسو نہیں بہاتیں۔ کاش معلوم ہو کہ رونا ہی تو اصل شے ہے

جس میں رونے کا اپنے قصہ ہے   عمر کا بہترین حصہ ہے

۱۱

برکت والی کتاب

رکوع ۱۱ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا سورۃ الانعام

اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے۔ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنیوالی ہے اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے ارد گرد والوں کو ڈرادیں۔

آیت شریف میں قرآن مجید کو برکت والی کتاب کہا گیا ہے۔ برکت کا مفہوم اگر سمجھ میں آجائے تو پھر بہت کچھ سمجھ میں آجائے۔ عوام جس معنی میں برکت کو لیتے ہیں وہ بھی اس سے خالی نہیں۔ قرآن کا پڑھنا برکت، سننا برکت، دیکھنا برکت، گھر میں رکھنا برکت۔ غرض قرآن کی ہر خدمت عبادت اور برکت ہے۔

آیت شریف میں مکہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کو اُن کے اعمالِ بد اور آخرت کے دن کے عذاب سے ڈرانے کو کہا گیا ہے۔ ایک، تو مکہ نافِ زمین ہے اس لئے اس کا ارد گرد روئے زمین کا ہر حصہ ہے دوسرے یہ بھی کہ جس چیز سے مکہ والوں کو ڈرانا ہے اگر وہی باتیں زمین کے خواہ کسی حصہ والوں میں ہوں تو اُن کے لئے بھی اُس سے ڈرانا صادق آتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید گویا تمام دُنیا کے لوگوں کو ڈرانے کے واسطے ہے۔

قرآن مجید سمجھدار بناتا ہے

رکوع ۱۲ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ○ سورۃ الانعام

بیشک ہمنے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کردئے ہیں۔ اُن لوگوں کیلئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں

آیت شریف کے اس حصہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک تو یہ کہ ذات باریتعالیٰ نے جو باتیں بندوں کیلئے ضروری سمجھی ہیں اُن کو صاف صاف بیان کردیا ہے۔ اُس میں پہلو تہی کرنا اور اُس سے

انجان ہونا اور اُس میں اختلاف کرنا یہ اپنا قصور ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں اُن کی سمجھ میں آئیں گی جو سمجھنا چاہیں اور سمجھ بوجھ رکھتے ہوں۔ اسی سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ انسان کو سمجھ بوجھ والا ہونا چاہیئے۔ مسلمان جو آج قرآنی تحریک کو نہیں سمجھ رہے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر سے سمجھ بوجھ کا حصہ جاتا رہا ہے۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جو قوموں کو سمجھدار بنانا چاہتی ہے۔

بصائر

رکوع ۱۳ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ع سورۃ الانعام

اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں۔ سو جو شخص بصیرت پیدا کریگا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا۔

آیت شریف میں قرآن مجید کا ایک وصف بصیرت دینے والا بھی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اس کی غرض تو یہی ہے کہ آنکھ والوں کو دل کی آنکھ عطا کرے لیکن اگر کوئی شخص اندھا ہی رہنا چاہتا ہے تو پھر اس کا وبال اُسی پر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حق وہ شے ہے جو ہزار پردوں میں بھی چھپ نہیں سکتی اور قرآن جو خود ہی حق بھی ہے اور حق کا بتانے والا بھی ہے اگر اس سے کوئی قوم اور کوئی شخص اُس چیز کو دیکھ نہ لے جس کا دیکھنا اُس کا حاصل زندگی ہے تو اس سے بڑھ کر قسمت کی محرومی اور کیا ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید اللہ بزرگ و برتر کا ایک عطیہ اور انعام ہے پس جو شخص بادشاہ کے عطیہ کو قبول نہ کرے اور بادشاہ کی نوازشات کا جواب اعراض سے دے تو کوئی بتائے کہ آخر اُس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے آیت شریف میں اس مسئلہ کو حل کیا گیا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی سزا ایسے شخص کی ہو یا نہ ہو مگر آفتاب کی روشنی سے آنکھ بند کرنے والا تو تاریکی کو خود بخود قبول کر ہی رہا ہے لہٰذا اُس کی یہی سزا ہے۔ برعکس اسکے جو شخص اس عطیۂ ربانی کو قبول کرے گا وہ یقیناً فائدے میں رہے گا اور یہ فائدے میں رہنا اُسی کے کام آئے گا۔

بے نیاز ذات کی خدائی میں نہ تو کسی کی عبادت نعوذ باللہ زیادتی کردیگی اور نہ کسی کا کفران کمی کا باعث ہوگا۔

قرآن مجید حکم ہے

اَفَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡتَغِیۡ حَکَمًا وَّ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکُمُ الۡکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ سورۃ الانعام

کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اُس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیجدی ہے۔ اسکی حالت یہ ہے کہ اُس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں۔

آیت شریف میں ایک تو اس بات کا حکم ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو احکامات بیان کردئے ہیں اُسی کو قول فصیل سمجھنا چاہئے۔ اُسی کو نفاذ پذیر کرنا چاہئے۔ لوگوں کو اُسی کا ماننے والا اور حکمبردار بنانا چاہئے۔ پھر یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ قرآن مجید جو ان احکامات کو تفصیلی طور پر پیش کرتا ہے اس کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنا یہ کیونکر ممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید مجموعۂ قوانین ہے اور تہذیب و تمدّن کیلئے حقیقت میں جن قوانین کی ضرورت ہے وہ سب اس میں تفصیلی طور پر موجود ہیں اور ہزاروں قوانین ایسے بھی ہیں جو اصولاً بیان کردئے گئے ہیں۔ اس لئے نوع انسان کے لئے روئے زمین پر حکومتِ الٰہی کا قایم ہونا بالکل ممکن ہے۔ لہٰذا اس کی موجودگی میں تو یہ ظلم ناروا نا قابل برداشت ہے کہ غیر اللہ کی حکومت قایم رہے اور ان کے قانون پر عملدرآمد ہو۔

آیت شریف میں قرآن مجید کا ایک وصف یہ بھی موجود ہے کہ وہ مفصّل ہے مجمل نہیں ہے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کوئی اس کو مغلق یا ادھورا اور ناقص سمجھ کر روگردانی کا بہانہ نہ تراش لے۔ اس تفصیل پر بھی اگر کسی کو اجمال نظر آتا ہو تو یہ اُس کی بینائی کا قصور ہے۔

اللہ کی رحمت کب ہوتی ہے

رکوع ۹ وَ ہٰذَا کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوۡہُ وَ اتَّقُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۙ سورۃ الانعام

اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

آیت شریف میں قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب کہا گیا اور خیر و برکت والی چیز بتایا گیا اسکے بعد یہ ارشاد ہوا کہ اصل غرض اس فرمانِ الٰہی کے نزول کی یہ ہے کہ لوگ اس کی اتباع کریں اسکے لکھے ہوئے پر چلیں۔ اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام قرار دیں اور حلال کو حلال سمجھیں اور اوامر کو بجالائیں اور نواہی سے پرہیز کریں۔

آیت شریف میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ اس کے خلاف کرنے کے باب میں خدا سے ڈریں تو جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ خلاف ورزی میں خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔ دوزخ کی آگ میں پڑتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بنجاتا ہے وہی رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا رحم بھی اُسی کے حصہ کی چیز ہے جو نافرمانی سے ڈرتا رہے۔

اس آیت شریف کے بعد جو آیت ہے اُس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید اس لئے بھی نازل ہوا ہے کہ قیامت کے دن پھر کوئی کسی قسم کا عذر نہ کر سکے یعنی کفر و شرک وغیرہ کے مواخذہ میں جب عذاب میں مبتلا کیا جائے تو یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو تو ہدایت نامہ پہنچا ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اتمامِ حجت کے لئے بھی ہے۔ اب اس کی موجودگی میں کسی کو اس کی اتباع سے مفر نہیں۔

اللہ کی رحمت

رکوع ۲۰ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سورۃ الانعام

سو اب تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے۔ سو اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلائے اور اس سے روکے۔

آیت شریف میں اوصاف قرآنی کے بیان کے بعد اور اسکے ہدایت و رحمت ہونے کی اطلاع دینے کے بعد یہ ارشاد ہوا کہ قرآن مجید کی تکذیب کرنے والے سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں یعنی یہ بڑے ظالم ہیں

یہ ظلم ان کا خود ان کے حال پر بھی ہے اور قرآن مجید پر بھی۔ ظلم کی تعریف یہ ہے کہ جو جس بات کا مستحق ہو اُسکے خلاف کیا جائے۔ تو قرآن مجید جو سراپا صدق ہی ہے اُس کو کذب کے مقام پر رکھنا یقیناً ظلم ہی ہے تو وہ قومیں جو قرآن مجید کی دانستہ یا نادانستہ تکذیب کر رہی ہیں وہ تو پہلی صورت میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں اور خود مسلمان جو زبان سے تو تکذیب نہیں کرتے مگر علم و عمل کے لائق اس کتاب مقدس کو نہیں سمجھتے وہ ظلم کی دوسری شق میں گرفتار ہیں۔ قرآن مجید جس غرض کیلئے نازل ہوا اُس کا پورا نہ کیا جانا بدترین ظلم کی مثال ہے۔ قرآن مجید کا علم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی ہونا چاہیئے تھا۔ ہر شہر، ہر اسکول و کالج اور ہر مدرسہ اور دار العلوم کو اسی غرض کیلئے ہونا چاہئے تھا یہاں اصل تعلیم اسی کی ہونی چاہئے تھی اور آج اس کا خیال بھی باقی نہیں رہا ہے کہ ایسا ہونا چاہیئے بلکہ اس آسمانی نصاب کی جگہ انسانوں کی لکھی ہوئی ادنیٰ ترین کتابوں نے لے لی ہے تو یہ وہ ظلم ہے جو دائر و سائر ہو رہا ہے اور مسلمان اہلکار اور مدرسین جو قرآن مجید کی تعلیم میں منہمک ہوتے بجائے اسکے وہ بھی ان ہی فانی انسانوں کی تالیف و تصنیف میں چند سکوں کے واسطے عمریں گذارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بھی کوئی کارنمایاں انجام دے رہے ہیں حالانکہ ایک قسم کے ظالم ہیں جن سے خدا کی کتاب پر ظلم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔

قرآن مجید میں تعاونوا علی البر والتقویٰ کی وعید موجود ہے مگر ان محکمۂ تعلیمات والوں کو اس کی پروا نہیں اور اُن طلبہ کو کیا کہا جائے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور آسمانی نصاب کے لزوم اور حصول کا خیال نہیں کرتے اور پھر اُن والدین کا خدا کے یہاں کیا حشر ہوگا جو اپنی اولاد کو خدائی کتاب کے ذریعہ خدا والا نہیں بناتے۔ اور اُنکو کیا کہا جائے جو اس قسم کی تعلیم کی ترغیب و تحریص میں لگے ہوئے ہیں یہ وہ ہیں جو قرآن مجید سے روکنے والوں کی صف میں ہیں اور یہ صد ... فون کی ...د میں مبتلا ہو گئے

حیف ہے کہ قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی شکل میں تمام عالم کیلئے موجود ہے اُس کا یہ عالم ہو رہا ہے کہ خود مسلمان پسِ پُشت ڈالے ہوئے ہیں۔ کیا یہ لوگ واقعی مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کے

منتظر ہیں۔ مگر یاد رہے کہ وہ وقت بازگشت کا نہیں، اُس وقت کی توبہ قبول نہیں جو کچھ کرنا ہو وہ آج کرنا چاہئے

ذِکرے

رکوع ۱ الٓمّٓصٓ ۝ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ سورۃ الاعراف بِهٖ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝

یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کیلئے۔ تم لوگ اسکا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اتباع مت کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

آیت شریف میں قرآن مجید کے مُنزل من اللہ ہونے کا ذکر ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کے نافرمانوں کو قیامت کے عذاب سے ڈرانے کے لئے ہے۔ اس کے بعد یہ ذکر ہے کہ کسی کے ماننے نہ ماننے سے اس میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ یہ جملہ خاص کر اُن علماء اور اُن مشائخین اور ان واعظین کی توجہ کے لائق ہے جو لوگوں کی ناتوجہی سے گھبرا کر سرے سے تبلیغ ہی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اوّل تو سمجھ کر اُن کی تعلیم اور وعظ و پند کا سلسلہ قائم ہوتا ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو وہ نفسِ تبلیغ کے مفہوم کو نہیں سمجھتے ورنہ اس طرح کے مایوسی کے کلمات مُنہ سے نہیں نکالتے۔

آیت شریف میں اس کے بعد قرآن مجید کا یہ وصف مذکور ہے کہ بہ خصوصیت کے ساتھ ایمان والوں کیلئے نصیحت ہے۔ اسکے بعد اسکے اتباع کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ اسکو چھوڑ کر دوسری کی اتباع کرو اس کے بعد کی آیتوں میں دُنیا اور قیامت کے دن کے عذاب سے اُن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے جو اسکی خلاف ورزی کرینگے اور پھر اُن اُمتوں کا حال یا کر جیسے عذاب میں گرفتار ہوئیں ذکر کیا گیا ہے تاکہ مسلمان و دوسری قومیں عبرت پکڑیں۔

حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ قرآن والی قوم کیونکر ان قرآنی تعلیمات سے منکر ہے اور اُسکے خاص افراد کیا ہوا کہ غلط تاویلات میں مبتلا ہوئے۔ اور افسوسناک یہ امر ہے کہ ان پر یہ غفلت کا عالم کیونکر طاری ہوا۔

خداوندا! تو رحم فرما! اور اس قوم پر جلد ایسے افراد پیدا کر جو حقیقتِ حال سے واقف ہو کر تیری کتاب مقدس کی تعلیمات کو انسانوں کی عملی زندگی میں داخل کر دیں۔ آمین۔

علم کامل

رکوع ۷ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ سورۃ الاعراف

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کر کے بیان کر دیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آتے ہیں۔

آیت شریف میں اس بات کا بیان ہے کہ قرآن مجید ذات باری تعالیٰ کے علم کامل کا نتیجہ ہے اس لئے یہ خود بھی ہر حیثیت سے مکمل ہے اور جو اس کو اپنا امام اور پیشوا بنائے وہ خود بھی کامل ہو جاتا ہے قرآن مجید کا یہ وصف غور کے قابل ہے یقیناً یہ جو کہا گیا اُس کو اپنی جگہ پر راست و درست ہونا بھی چاہئے کیونکہ انسان خود بھی ناقص ہے اور اُس کا علم بھی ناقص۔ اس لئے اس کی جو تالیف و تصنیف ہوگی وہ بھی ناقص تو پھر اُس کو سب کچھ سمجھ کر اُسی کا ہو جانا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں اور قرآن جو سب کچھ ہے اس سے بے پروائی کتنی بڑی نقصان دہ اور حسرت و ندامت کی بات ہے۔

عرب کے لوگوں میں قرآن مجید نے کیا انقلاب کیا کتنے ناقصین کو کاملین کے قالب میں تبدیل کر دیا یہ تو ایک تاریخی بات ہے اس پر بھی بدقسمت قوم مسلمانوں کی اس وقت ایمان نہیں رکھتی اگر حقیقت میں ایمان ہوتا تو یہ بھی اُن ہی کے رنگ میں ظاہر ہوتی۔

یہ قرآن مجید کا بڑا وصف ہے کہ جو شخص بھی اس کو اپنا ہادی اور رہبر بنالے وہ کامل ہو جائے

اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا اُس پر پرتو پڑ کر عالم ملکوت کی سیر کرا دے۔

آیت شریف میں دوسری بات قابلِ لحاظ یہ بھی ہے کہ یہ بیان اور تذکرہ اور امام و پیشوا ہے تو سارے عالم کیلئے مگر ہدایت اور رحمت صرف اُن ہی لوگوں کیلئے ہے جو اس پر ایمان لائیں اور جو اس کو عمل کی نیت سے اختیار کریں۔ مُنزل من اللہ ہونا۔ مفصّل ہونا۔ ہدایت ہونا اور رحمت ہونا یہ سب کچھ سہی مگر فائدہ بخش اُس قوم کے لئے ہے جو ایمان لے آئے۔

ایمان کی آخری چیز

رکوع ۲۳ — فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ — سورۃ الاعراف

پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائینگے

آیت شریف میں بڑا حسرتناک بیان ہے اور عبرت خیز سماں پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جب قرآن جیسے مؤثر کلام سے لوگ اپنے معاد کی فکر نہیں کرتے تو پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائینگے۔

قرآن مجید سراپا نصیحت ہے یہ انسان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کرتا ہے۔ یہ طرح طرح سے نصیحت کرتا ہے۔ یہ غفلت کے پردوں کو چاک کرتا ہے۔ مُردوں کو زندہ کرتا۔ سوتوں کو جگاتا۔ جاہلوں کو اُٹھا کر بٹھا دیتا بیٹھوں کو چلا دیتا اور چلتوں کو منزلِ مقصود تک پہنچنے کیلئے دوڑنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔

قرآن مجید دل کی آنکھیں کھول دیتا ہے اور عقل و ہوش کو درست کر دیتا ہے حقیقت حال سے آگاہ کر دیتا ہے اور سمجھا دیتا ہے کہ اصلیت کیا ہے۔ وہ دوست و دشمن کی تمیز کرا دیتا ہے۔ وہ اچھے بُرے، فائدے نقصان کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

قرآن مجید فنا و بقا کے مسئلے کو ذہن نشین کر دیتا ہے۔ وہ ثابت کر دیتا ہے کہ دُنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ چھوٹ جانے والی ہے۔ دُنیا سراپا بے وفا ہے۔ وہ خود انسان کی فانی زندگی کو عینک بنکر پیش کرتا ہے اور ظاہر و باطن کے ہر خط و خال کو سامنے لاکر رکھ دیتا ہے۔

قرآن مجید کا یہ خاص وصف ہے کہ تعلق مع اللہ کیلئے آمادہ کر دیتا ہے وہ دُنیاوی تعلقات کو ناپائدار ثابت کرتا ہے۔ وہ اس عالم سے اتنا ہی لینے کو کہتا ہے جس کی جائز طور پر اس کو ضرورت ہو وہ انسان کو دوسرے عالم کی طیاری پر آمادہ و مستعد کر دیتا ہے۔ ..

در اصل اس کا بیان ناممکن ہے کہ قرآن مجید انسان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے اور انسان کو کس طرح انسان بناتا اور عارف باللہ کرتا ہے۔ قرآن مجید کے اندر کیسا چھپا ہوا خدائی ہاتھ ہے جو چرواہے کے مانند انسانی بھیڑوں کو ہانک کر ہر قسم کے درندے اور عمیق غار سے بچا کر سرسبز و شاداب اور محفوظ مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

کتنی عجیب و غریب اور جامع مانع، فصیح و بلیغ اور ناصح مشفق یہ آیت ہے کہ اس سے اچھا وعظ اور اس سے بہتر نصیحت ناممکن ہے اور حقیقت میں اس کو سُن کر بھی انسان حقیقت شناس نہ ہو جائے اور قرآن مجید کو اپنا امام اور رہبری نہ بنالے تو بس اُس کا فیصلہ موت کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اُس کی ازلی شومیٔ قسمت سمجھنا چاہئے قرآن مجید کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

وحی کا اتباع

رکوع ۲۴ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ سورۃ الاعراف

آپ فرما دیجئے کہ میں اُس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے اُن لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

آیت شریف کا ایک حصہ شروع میں اور بھی ہے جس میں کفار و مشرکین کی سرکشی اور شرارت کا

ذکر ہے۔ یعنی جب آپ پر وحی کا نزول نہ ہوتا تھا تو طرح طرح کے حماقت آمیز آوازے کستے تھے کوئی کہتا تھا کہ جیسے اور آیتیں اپنے دل سے جوڑ جوڑ کر بنا لیتے تھے ویسی اب بھی کیوں نہیں بنا لیتے اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ جیسا تم سمجھتے ہو اے کافرو اور اے منافقو ایسا نہیں۔ ہم اپنے دل سے کچھ بھی نہیں کرتے ہمارا کام تو وحی کا اتباع ہے جب خدا تعالیٰ کا کوئی پیغام آتا ہے تو اُس کو دُنیا والوں کیلئے پیش کر دیتے ہیں ورنہ نہیں۔

آیت شریف میں بصائر کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اگر تمہیں اے منکرین قرآن تمیز ہو اور دل کی آنکھ ہو تو دیکھ سکتے ہو کہ یہ قرآن انسان کا کلام نہیں تو خدا کا کلام ہونے کیلئے بین دلیل اور صریح حجت ہے گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کہلوایا گیا کہ خود نبوت کی قوت بھی ایسی نہیں کہ قرآن مجید کی جیسی آیت بنا سکے اور یہ کس قدر سچی بات تھی جس کا قیامت تک مظاہرہ ہوتا رہیگا کہ حدیث جو رسول کا کلام ہے اُس میں اور قرآن مجید کی عبارت میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ یہ بات بھی قرآن مجید کے خدا کا کلام ہونے کا ثبوت ہے اور اس بات کی نفی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا۔

چونکہ کفار پہلے سے ہی اپنے دلوں پر حق کی جانب سے مُہر کئے ہوئے ہیں اور وہ اس بات کے ماننے کے لئے طیار ہی نہیں کہ قرآن مجید کی حقانیت کو سمجھیں تو ظاہر ہے کہ ہدایت یافتہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ کس قدر واضح ہے کہ جب کوئی شخص کسی بات کے ماننے سے پہلے سے ہی انکار کر چکا ہو تو پھر اُس کو کیونکر سمجھایا جا سکتا ہے۔ اگر حق و باطل کے امتیاز کی خواہش لیکر کوئی دیکھے تو یقیناً اُس کو پتہ چل سکتا ہے کہ قرآن کیا ہے۔ اسی لئے اخیر میں ارشاد ہوا کہ قرآن مجید ایمان والوں کے لئے سب کچھ ہے منکرین کیلئے کچھ بھی نہیں۔

شاہانہ خطاب

رکوع ۲۴ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ سورۃ الاعراف

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

قاعدہ ہے کہ بادشاہ جس وقت اپنی رعایا کو خطاب کرتا ہے تو ہمیشہ مودب ہو کر گوش دل سے اسکو سننا پڑتا ہے اور اُسکے بجالانے کیلئے ہمہ تن عمل بننا پڑتا ہے۔ پس آیت شریف میں اسی کا اعادہ کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے اور کس شان کے ساتھ ارشاد ہے کہ قرآن مجید جس وقت پڑھا جایا کرے اُسکی طرف کان لگا دیا کرو ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرو اور خاموش رہا کرو کیونکہ یہ موقع کا کھو دینا ہے کہ اُس وقت کوئی دوسری بات کی جائے۔ یہ نا توجہی اور بے پروائی کا اظہار کرنا ہے اس سے ایک قسم کی بے اعتنائی ٹپکتی ہے اور قرآن مجید سے بڑھکر کیا کوئی دوسرا کلام ہو بھی سکتا ہے کہ قرآن مجید کے سننے سے مستغنی کرسکے۔

سننا اور خاموش رہنا ہر دو لفظ کو ایک جگہ جمع کرنے حد درجہ کی سماعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد گویا کوئی درجہ سننے کا اور توجہ کا باقی نہیں رہ جاتا۔ یہ اس لئے بھی فرمایا گیا کہ قرآن مجید کا معجز ہونا اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

قرآن مجید کی یہ عظمت، قرآن مجید کا یہ وقار اور قرآن مجید کا یہ ادب، یہ دبدبہ یہ شان اس لائق ہے کہ جس پر دنیا کی ہر خطابت اور ہر کلام کو نثار کر دیا جائے۔ سچ ہے کلام الملوک ملوک الکلام۔

مومن اگر قرآن مجید کو اس شان سے سنے گا تو وہ کسی اور عالم روحانیات میں پہنچ جائے گا اور کافر و منکر استماع و انصات سے کام لیگا تو یقین ہے وہ یقین اور وہ نور ایمان پیدا ہوگا جو اُسکے دل کو حق کی طرف مائل کر دیگا۔

فقہاء حنفیہ نے خارج عن الصلوٰۃ بھی قرأت کے وقت دوسرے کام میں مشغول ہونے کو ممنوع فرمایا ہے اور اس کو بھی کہ جو شخص کسی امر میں مشغول ہو اُس کے پاس بیٹھ کر زور زور سے قرآن مجید کو نہ پڑھا جائے۔ کیونکہ ہر دو صورت میں بے ادبی ہے۔

اگر کوئی بادشاہ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود پر اپنا فرمان پڑھ رہا ہو اور حاضرین کان لگا کر نہ سنیں اور خموشی اختیار نہ کریں تو دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ وہ شخص بے ادب سمجھا جاتا ہے اور اُس کا شمار معتوبین میں ہوتا ہے۔ تو سارے حاکموں کے حاکم خدا سارے بادشاہوں کے بادشاہ خدا کا فرمان جس وقت

پڑھا جا رہا ہو اُس کا اُس وقت ہمہ تن گوش ہو کر نہ سُننا اور خموشی نہ اختیار کرنا کس درجہ عتاب کا سبب ہو گا۔

ایک بزرگ تھے جو آہن گر تھے۔ اُن کا کام سندان اور ہتھوڑے سے متعلق تھا مگر عادت یہ تھی کہ جس وقت اذان کی آواز سُنتے فوراً ہاتھ سے ہتھوڑا رکھ دیتے اور اتنا بھی اُن کو گوارا نہیں تھا کہ اگر ہتھوڑا اُٹھا چکے ہیں تو کم سے کم ضرب لگا کر رکھتے نہیں بلکہ جس حال میں ہوتے اُسی حال میں ہاتھ سے ہتھوڑے کو رکھ دیتے۔ سچ ہے اللہ اکبر کی آواز سُننے کے بعد پھر کونسی چیز اس سے بڑی ہو سکتی ہے جس کو کیا جائے۔ گویا اس بات کی شہادت دینا تھا کہ واقعی خدا کو بڑا سمجھتے ہیں۔

اخیر میں ارشاد ہوا ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے یعنی تم رحمت کے مستحق ہو۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمت بند ہے۔ پڑھنا اس رحمت کے دروازے کو کھولنا ہے اور سماعت رحمتوں کی بارش کا ہونا ہے۔

اے میرے خدا ہم سراپا قابلِ رحم ہیں۔ اے میرے خدا تو رحیم ہے۔ اے میرے خدا تیری کتاب مقدس دریائے رحمت ہے۔ ہمارے حال پر رحم فرما اور ہم کو اس لائق بنا کہ ہم تیرے پاک فرمان کے سُننے کا حق ادا کر سکیں۔

اللہ کی یاد

رکوع ۲۴ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ سورۃ الاعراف بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝

اور اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہلِ غفلت میں سے نہ ہونا۔

آیت شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کرنے کے سلیقے سکھلائے ہیں اور قرآن مجید کے پڑھنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ اوّل تو یہ حکم ہے کہ اللہ کی یاد کیا کرو اور قرآن مجید کی تلاوت کی عادت ڈالو۔ پھر یہ فرمایا کہ دل میں یعنی آہستہ آواز سے عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور خواہ زور کی آواز کی نسبت کم آواز سے اسی عاجزی اور خوف کے ساتھ صبح و شام یعنی علی الدوام اُس کی یاد کرو اور قرآن مجید کو پڑھا کرو۔

اللہ کی یاد اور اللہ کا ذکر ایسی نعمت ہے کہ اگر ہر عیش و آرام کو اس کی وجہ سے چھوڑ دینا پڑے جب بھی بڑی بات نہیں اگر تمام دنیا کا مال و متاع اور سارے جہان کی بادشاہت سے بھی اس کے لئے دست بردار ہو جانا پڑے جب بھی کوئی حقیقت نہیں۔ اس سے بڑھ کر کونسی چیز مزیدار اور دائمی مسرت کا سبب ہو سکتی ہے جو ایک منٹ بھی اس سے غفلت برتی جائے اسکو چھوڑ کر دوسری چیز اختیار کیجائے۔

تمہاری یاد سے فرصت کہاں جو غیر کو سوں

تصور اب تو اپنا بھی ہمیں دشوار ہوتا ہے

بعض ناسمجھ کہتے ہیں کہ اگر دن رات قرآن مجید ہی پڑھتے رہیں اور خدا کو ہی یاد کرتے رہیں اُسی کی یاد میں لگے رہیں تو دنیا کے کاروبار کون سنبھالے۔ کھائیں کہاں سے اور ہمارے بال بچوں کی کون پرورش کرے اُن کو نہیں معلوم کہ خدا پر سب کچھ نثار کر دیا جا سکتا ہے۔

شریعت کے احکام حکمت پر مبنی ہیں مسلمان کا کوئی کام اللہ کی یاد سے اور اللہ کے ذکر سے انسان کو روک نہیں سکتا۔ بعض پیغمبرانِ وقت کی بادشاہت اس کا ثبوت ہے خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت شاہد ہے کیا یہ اُن سے بڑھ کر بھی عبادت کر سکتے ہیں اور دنیا کے انتظامات کو پورا کر سکتے ہیں۔ اگر ایک مسلمان ہر اُس جائز کام کو خدا کا نام لیکر انجام دے جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے تو وہ عین عبادت ہے۔ اسی طرح جن منہیات سے روکا ہے اُس کو خدا کے خوف سے چھوڑ دے تو یہ بھی عبادت ہی ہے۔ پھر جس کسی سے ملے اُس سے خدا کے واسطے ملے اور خدا ہی کے واسطے جُدا ہو تو یہ سب اذکار ہی ہیں جن کا ثواب ہے۔

آیت شریف میں دل اور زبان ہر دو کو بیک وقت ذکر الٰہی میں مشغول رکھنے کو کہا گیا ہے۔ یہ وہ عضو ہیں جو انسانی جسم کے اندر بادشاہ و وزیر کا درجہ رکھتے ہیں ایک دوسرے کا ہمراز ہے۔ دل کی ترجمان زبان اور زبان کا خزانہ دل۔

آیت شریف میں دوام کا لفظ خاص طور پر قابل لحاظ ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔ ایک مطلب اسکا

ایقان بھی ہے جو عوام کیلئے ہے لیکن جن کو خدا توفیق دے وہ ظاہری معنی کو ہی اصل سمجھتے ہیں اور خواص کا درجہ حاصل کرتے ہیں

ایمان

رکوع ۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ سورۃ الانفال
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

جس یمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو اُن کے قلوب لرز جاتے ہیں اور
جب اللہ کی آیتیں اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں انکے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے
رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اُس میں سے
خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں انکے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی

آیت شریف میں ایمان والوں کا ذکر ہے اور سچے ایمان کی تعریف ہے۔ ارشاد ہے کہ ایمان والے لوگ
جب اللہ کا نام سنتے ہیں یا اللہ کا ذکر ان کے سامنے ہوتا ہے تو اُنکے قلوب اثر پذیر ہوتے ہیں اور ایک
خاص قسم کی کیفیت اُن کے دل پر طاری ہوتی ہے جو رعب محبت اور خوف سے ملکر پیدا ہوتی ہے
اور جب قرآن مجید کی آیات کی آنکے آگے تلاوت کی جاتی ہے تو اُن کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

ایمان کی زیادتی، ایمان کا قوی ہونا اور ایمان کا پیدا ہونا یہ سب برکاتِ قرآن اور خاصہ
قرآن ہیں۔ آنکھوں سے آنسو کا جاری ہونا۔ دل کا تڑپ جانا اور متاثر ہونا۔ اللہ کا نام سنکر اور
اللہ کا ذکر سن کر یہ اللہ والوں سے محبت کرنے والوں کی پہچان ہے۔

یاد جو تیری آئی ہے اور ذکر جو تیرا سنتا ہوں
دست تجنباں پاسئے بکوباں پہروں سر کو دھنتا ہوں

آیت شریف میں اسکے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کا ذکر ہے۔ اس کا ایک تو عام مطلب ہے دوسرے یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کے اندر چونکہ سارے اوصاف، ساری خوبیاں، جمیع طاقت اور ہمہ حسن دیکھتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ سے دل لگاتے اور اُسی کو کافی سمجھتے ہیں۔

آنکس کہ ترا بخواست جاں راچہ کند | مشتاقِ رُخ تو خانماں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی | دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

اور جب یہ حالت پیدا ہو جائے اور وہ جلوہ نظر آجائے اور اُس چیز کا مزہ معلوم ہو جائے تو پھر اُسکے حصول کیلئے کس چیز کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔ یقیناً ہر چیز خرچ کر دینے کے لائق ہے۔

یہ دل یہ جان یہ دونوں جہان کی دولت سے
وہ پھر بھی مُفت ہے مل جائے جتنی قیمت سے

توراۃ۔ انجیل قرآن

رکوع ۱۴ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ سورۃ التوبہ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو اس بات کی عوض میں خرید لیا ہے کہ اُن کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنیوالا

ہے۔ تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بُری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔

آیت شریفہ میں جہاد کی فضیلت کا بیان ہے اور اللہ والوں کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں قابلِ لحاظ امر یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کے واسطے جہاد کا حکم توریت اور انجیل میں بھی تھا یا یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید میں جو یہ حکم جہاد ہے تو کوئی نئی بات نہیں۔ اگلی کتابوں میں بھی یہ حکم فرض تھا یا یہ کہ ان کتابوں میں یہ خبر تھی کہ آخری دین میں آخری کتاب کے اندر جہاد فی سبیل اللہ کا حکم بھی ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جسکے احکامات کی تصدیق کُل آسمانی کتابوں سے ہوتی ہے۔

معجزہ - سحر

رکوع ۱ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى سورۂ یونس رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝

یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے اُن میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سُنائے کہ ان کے رب کے پاس اُن کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو بلا شبہ صریح جادوگر ہے۔

آیت شریف میں انسانوں کے غلط خیال اور بیہودہ طلب کا ذکر بھی ہے کفار و مشرکین کو تعجب تھا کہ خدا کا کلام بندے پر کیونکر نازل ہو سکتا ہے۔ مگر قرآن مجید کے معجز ہونے سے تو انکار نہیں کر سکتے تھے اس لئے اپنا زور لگا کر جو کچھ کہہ سکتے تھے وہ یہ کہ یہ جادو ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے جادوگر ہیں۔

کافر اتنا نہیں سمجھ سکے کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے انسان ہی مناسب ہے اگر اجنہ اور فرشتے رسالت کے لئے آتے تو ان کے خیال میں مناسب تھا۔ یا کوئی ہزار ہاتھ اور سو سر والا عجیب الخلقت حیوان۔ ابوالہول کے مانند ڈیل ڈول والا دیوزاد جانور کہتا کہ ہم ہیں رسول تو یہ سچ مانتے۔ مگر عقلمندوں کیلئے تو یہ چیزیں مضحک ہوتیں اور وہ سراپا اعتراض ہوتے کہ انسان کی رہنمائی کیلئے انسانی قوت والے رہنما کی ضرورت ہے تاکہ وہ جو کچھ کہے کر کے بھی دکھا سکے۔ اور اگر فرشتے اور اجنہ اُس کو کر کے دکھلا دیتے تو یہ انسانوں کے لئے ہرگز سند نہ ہوتی۔

کفار و مشرکین نے اپنے عناد قلبی اور غباوت دلی کی وجہ سے جس طرح انسانی رسالت کی خوبیوں اور حقیقتوں کو نہیں سمجھا اسی طرح معجزہ اور سحر میں بھی فرق نہیں کیا۔ ایک ہی سحر کو ایک ہی زمانہ میں ایک سے زیادہ لوگ استعمال کر سکتے بلکہ ایک دوسرے کا رد کر سکتے ہیں۔ تو تیئیس برس تک قرآن نازل ہوتا رہا مگر ایک شخص بھی سحر کا حربہ لیکر نہ تو اسکے مقابلے کیلئے طیار ہو سکا اور نہ اس کو رد کر سکا تیئیس برس کی مدت تو خیر اسکے بعد آج ساڑھے تیرہ سو برس مابعد کی مدت ہی بھی توکروڑوں انسانوں میں سے ایک نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی جن کی قسمت میں ہدایت نہیں ہوتی اُن کا یہی حال ہوتا ہے۔ کفار و مشرکین کو جس طرح ساحر اور پیغمبر میں تمیز نہیں ہوئی اسی طرح سحر اور معجزہ کو بھی نہیں سمجھ سکے۔ تاہم اس سے تو بیچارہ ہو گئے کہ یہ کلام عجیب ہے جو اُن کو تعجب میں ڈال رہا ہے اور جس کو معجزہ نہیں تو سحر کہہ رہے ہیں۔

آیت شریف میں کتاب مقدس کو حکمت سے لبریز کہا گیا ہے اور اس کی آیتیں گویا حکمت کے موتی کی لڑیاں ہیں جو آویزۂ گوش بنانے کے لائق ہیں۔ اسکے بعد کفار کے تعجب کا ذکر ہے پھر اس کے نزول کی غرض کا بیان ہے کہ اس سے بےخبر رہنے والوں اسکے خلاف کرنے والوں کو انجام کار سے ڈرایا جائے۔ قیامت کے دن کی گرفت اور عذاب کا خیال دلا کر توبہ و استغفار پر آمادہ کیا جائے اور پھر خدا کے انعامات کا مستحق بننے کی خوشخبری دی جائے۔

آیت شریف میں پھر اُن لوگوں کا ذکر ہے جو قرآن مجید پر ایمان لائیں اور اُن کے مرتبہ کا بیان ہے

وہ اپنے رب کے پاس پہنچکر اُس رتبہ پر فائز ہونگے جس کا نام مقام صدق ہے۔ اسی لئے تو حکم ہے کہ سچوں کے ساتھ ہو جانا چاہئے اور حقیقت میں قرآن مجید ہی ہے جو سچے کا سچا کلام ہے۔ جن کو توفیق ملے وہ اس کے ساتھ ہو جائیں تاکہ مقام صدق پر متمکن ہوں۔

غافلین اور مخالفین قرآن

رکوع ۴ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ سورۂ یونس بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو اُن کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اسکے قبل آچکی ہیں اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی بات شک کی نہیں رب العلمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپنے اس کو افترا کرلیا ہے آپ کہدیجئے کہ پھر تم اسکے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیا ہوا۔

آیت شریف میں اور اسی طرح کی اور آیتوں میں جو بار بار اس کا بے مثل ہونا بیان ہوتا ہے اُسکی ایک ہی غرض ہے کہ پھر طبائع انسانی اس کے مُنزل من اللہ ہونے پر ایمان لاکر اسکے علم و عمل کو وظیفۂ حیات قرار دیں آیت شریفہ میں انکار و مخالفت کا پردہ چاک کیا گیا ہے اور اُس قوم کو ساکت کیا گیا ہے جو بزعم خود دنیا کی فصیح و بلیغ اور قادر الکلام عربی کی مالک قوم تھی مگر اسکے بعد بھی اُن کا انکار و مخالفت یہ

جسے رہنا اس امر پر مبنی کیا گیا ہے کہ وہ افترا تو کہہ دیتے ہیں مگر جب اُن ہی سے یہ کہا جاتا ہے کہ پھر تم بھی
اسی طرح ایک سورہ بنا کر کیوں نہیں لاتے تو اس کا جواب بن نہیں پڑتا۔ پھر یہ ارشاد ہوا کہ ان کا
دعویٰ بغیر دلیل کے ہوتا ہے تاہم یہ عقل کے ناخن نہیں لیتے اور اپنی سفیہانہ حرکت سے باز نہیں آتے
اور یہ سب ہو بھی کیونکر کہ اس قسم کے دلائل سے وہ شخص مستفید ہوتا ہے جو سمجھنا بھی چاہے۔ سو یہ تو
سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ یہ ایسی چیز کی تکذیب میں بے فائدہ اُلجھ گئے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں
لائے اور اس کی حالت کے سمجھنے کا ارادہ نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ ایسوں کے راہ راست پر آنے کی
کیا امید ہو سکتی ہے۔ اخیر میں یہ بتایا گیا کہ قرآن مجید سے بے اعتنائی اور عناد کا ایک سبب یہ بھی ہے
کہ اس بدتمیزی اور بے ادبی کا ان کو نتیجہ نہیں ملا۔ یعنی عذاب نہیں آیا۔ ورنہ یہ دیکھتے کہ اللہ کے کلام
کی مخالفت کا کیا انجام ہوتا ہے۔ تاہم کب تک ایک دن آنے والا ہے کہ یہ اپنے کئے پر پچتائیں گے
مگر اُس وقت کا پچتانا کوئی کام نہ آئے گا۔

آیت شریف میں جو حکم ہے اگرچہ وہ خاص کفار و مشرکین کیلئے ہے مگر ایک صورت اسکے
عام ہونے کی بھی ہے جس میں آج مسلمان مبتلا ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے
عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی قرآن مجید کے سمجھنے کی کوشش نہیں کی مگر اپنی فضول رائے سے نہیں چوکتے
ایک طرح سے تو عام مسلمانوں پر قرآن مجید کے علم و عمل سے غافل رہنے کا وبال آچکا ہے کہ ان کا دنیا
کی قوموں پر اسلامی وقار قائم نہیں رہ سکا۔ مگر یہ دوسری مصیبت ہے کہ یہ مصیبت پر راضی ہیں
یا ذلت کو ذلت نہیں سمجھتے۔

موعظت۔ شفا۔ ہدایت۔ رحمت

رکوع ۶ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ﳔ سورہ یونس
وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ پس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں۔

ا آیت شریف میں قرآن مجید کو موعظت، شفا، ہدایت اور رحمت چار ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ عاشقانِ کلامِ ربانی اس کو لیکر دنیا کو نصیحت کر سکتے ہیں۔ بادشاہوں کو ٹوک سکتے ہیں قیصر فرعونیت میں لرزہ ڈال سکتے ہیں نمرودیت کو مٹا سکتے ہیں اور پھر وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو موعظت کے تحت میں آتے ہوں۔

قرآن مجید کا شفا ہونا۔ ہر دینی و دنیاوی امراض کے لئے ہے۔ دنیا والوں کے مرض کی کوئی انتہا نہیں۔ جس ملک میں جاؤ ایک وبا ہے، جس شہر کو دیکھو ایک عام مرض میں مبتلا ہے جس بستی کو دیکھو وہاں مرض متعدی موجود ہے اور جس محلے اور جس گھر کو لو وہاں سے تعفن کے جھونکے آرہے ہیں یہاں تک کہ جس شخص سے ملو وہ متعدد قسم کے امراض میں مبتلا اپنے ساتھ مریض خانہ کا بار اُٹھائے نظر آتا ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو کہ ظاہر اور باطن ہر دو کی شفا جس نسخۂ مبارک سے ممکن تھی وہ اُسکے علم و عمل میں نہیں۔ بلکہ اُسکے خیال تک میں اُسکے علم و عمل کی ضرورت مرکوز نہیں۔

۱ دُنیا مرض کی منڈی اور مریضوں کا مرکز بنی ہوئی ہے مگر اس کا احساس موجود نہیں اور کتنے ہیں کہ اس مرض میں مبتلا ہونے کی کوششیں کرتے اور مبتلا ہو کر اُس پر فخر کرتے ہیں۔

ایک شخص جسمانی مرض میں مبتلا ہو کر اپنی بساط کے مطابق دوا علاج کیلئے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے اور اُس جسم کے لئے جو چند دنوں کے بعد سڑ گل جائے گا۔ حشرات الارض کی غذا بنجائیگا متردد اور پریشان نظر آتا ہے۔ مگر دیکھو کہ روح جو باقی رہنے والی اور اصل چیز ہے اُسکے بیمار ہونے کی کوئی پروا نہیں اور اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ ا

حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب

حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ جیسے طبیب جن امراض کے عواقب اور نتائج سے ڈرانے اور بچانے کیلئے اور اخیر میں آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن گندگیوں سے پاک رکھنے کے لئے تشریف لائے وہ سب ایک خیالی، ذکری اور رسمی چیز ہو کر رہ گئے ۔

صحف ابراہیمی، زبور، توریت، انجیل وغیرہ جن امراض کیلئے نسخہ قرار پائے تھے اور وہ مرض جو صرف آسمانی نسخوں سے ہی جا سکتے تھے وہ عملی طور پر اتنی وقعت بھی نہیں رکھتے جتنے ارسطو اور افلاطون ۔ بوعلی سینا وغیرہ کی تصنیفات اور تجویز کردہ نسخوں کی ہے ۔

قرآن مجید جو جمیع امراض کا دور کرنے والا حکیم مطلق کا تجویز کردہ نسخہ ہے اور جو عرب کے خطہ میں آزمایا جا چکا ہے اور جو آج بھی اپنے مجرب ہونے کا دعویدار ہے ۔ خود مسلمانوں نے اُس کو چھوڑ رکھا ہے اور ہر طرح کے امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں حالانکہ یہ تو وہ تھے جو اس مجرب نسخہ کو لیکر دوسری قوموں کے مرض کو دور کرتے پھرتے اور ڈھونڈھ کر مرض کا ازالہ کرتے ۔

ایک بات صاف اور واضح ہے کہ جب صحت نہیں ہوتی تو مرض ہی ہوتا ہے اس لئے یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ جب نوع انسان نے اپنی متفقہ صحت کی چیز قرآن مجید کو چھوڑ رکھا ہے تو پھر وہ مریض ہے اور ابھی جو مرض لاحق نہیں ہوا آئندہ ہو کر رہے گا ۔ مریض ہونے کا ثبوت آسانی سے مل سکتا ہے وہ یوں کہ جب قرآن مجید عام علم و عمل میں نہیں ہے تو جو چیز شفا کی ذمہ دار تھی اُس سے محرومی رہی اب اس کے سوا اور کیا ہے کہ مرض اور مریض ہی دُنیا میں دکھلائی دیں ۔

قرآن مجید دلوں کی بیماری کو دور کرتا ہے ۔ روح کی خرابیوں کو نکال پھینکتا ہے اور انسان میں وہ قوت اور وہ پرواز پیدا کرتا ہے جو فرشتوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی ۔

قرآن مجید ہدایت ہے اور رحمت ہے لیکن اُن ہی لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لائیں اور ایمان لانے کا ثبوت اسکے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ اسکے علم و عمل سے ایک لمحہ کیلئے بھی بے اعتنائی نہ برتیں ۔

آیت شریف میں خدا کی اس رحمت پر اور اس انعام پر خوشی منانے کو کہا گیا ہے کیونکہ دُنیا کی

ہر چیز، ہر کمائی، ہر قسم کے اندوختہ سے قرآن مجید کا علم و عمل بہتر ہے۔ حقیقت میں سب فانی ہیں اور یہ باقی ہے۔ حقیقت میں سب ادنیٰ ہیں اور یہ اعلیٰ ہے۔

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

رکوع ۲ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ سورۂ ہود

کیا یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو خود بنالیا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنائی ہوئی لے آؤ اور جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر یہ کفار تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں تو تم یقین کر لو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو۔

آیت شریف میں قرآن مجید کے نہ ماننے والوں کی جہالت کا جواب دیا گیا ہے اور انکو عاجز کر کے اس کو خدا کا کلام ماننے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ خدا ایک ہے۔ اور یہ بھی کہ قرآن مجید خالص توحید پرستی سکھلاتا ہے۔ جب حال یہ ہے تو اے لوگو اب بھی سر تسلیم خم کرو گے۔

یہ ایک عجیب تکلیف دہ امر ہے کہ قرآن مجید کو خدا کا کلام نہ مانا جائے اور اس سے بڑھکر یہ کہ مان کر اس پر عمل نہ کیا جائے۔ ان لوگوں پر یہ امر نہایت گراں اور شاق ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں کہ بار بار اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنی کتاب مقدس کے متعلق اس طرح کے کلمات کا اعادہ فرمائے۔

عربی زبان اور قرآن

رکوع ۱ الٓرٰ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○ سورۂ یوسف

الٓرٰ۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہمنے اُس کو اُتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔

خدا کی کتاب ہمیشہ کسی نہ کسی ایک ہی زبان میں نازل ہوئی۔ توریت۔ انجیل۔ زبور وغیرہ کی بھی ایک خاص زبان تھی۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دُنیا کی مختلف زبانوں کا مجموعہ کوئی آسمانی پیام ہوتا۔ اس لئے خدا کا آخری فرمان بھی ایک ہی زبان میں نازل ہوا اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ چونکہ دُنیا کو ایک رنگ میں رنگنا تھا۔ ایک توحید کا سبق پڑھانا تھا۔ ایک رسول کی اُمّت میں داخل کرنا۔ ایک قبلہ کی طرف رُخ کرانا تھا اس لئے کہ مختلف رنگ و زبان والوں کو ایک عالمگیر زبان کے ذریعہ اُس رشتہ میں منسلک کیا جانا جو روحانی، جسمانی، مذہبی اور سیاسی فائدہ بخش ہوتا۔

روئے زمین کی کوئی زبان پائدار نہیں ہے اور نہ اُسکے اندر کوئی ایسی خاص طاقت ہے جو اپنے نہ مٹنے کی ضمانت پیش کرسکے۔ اور یہ ہوتا بھی کیونکر کہ خدا کو تو یہ عزت قرآن والی زبان کو بخشنا منظور تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنی اسلامی اخوت اور عالمگیر برادری کے قیام کا خیال ہو تو اُن کو عربی زبان کو عالمگیر بنانے کی کوشش کرنا چاہئے اور یہ بالکل آسان ہے کیونکہ دُنیا کے اکثر گوشے میں مسلمان موجود ہیں اور ایک مسلمان کا عقیدہ پیدائشی طور پر قرآن مجید سے وابستہ ہے اس لئے قرآن کے جاننے کے لئے وہ اپنی مادری زبان کو ذریعہ بنا سکتا ہے مگر اسی ذریعہ سے قرآنی عربی سے بھی واقف ہو سکتا ہے جس سے قرآنی عربی کے ساتھ دُنیا کی مشترکہ اور عالمگیر زبان بن سکتی ہے۔

یوں تو عربی زبان کی ہزاروں تعریفیں ہیں لیکن بڑا وصف اس کا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور خدا کی آخری کتاب قرآن مقدس کی زبان ہے۔ اس لئے کہنا چاہئے کہ ہر زبان والے بے زبان خدا کی یہ زبان ہے۔ اور چونکہ خدائے قرآن نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْن ۔ ہمنے قرآن کو نازل کیا اور ہمیں اسکی حفاظت کرینگے اس لئے یہ یقین کرلینا چاہئے کہ عربی زبان کو بھی زوال نہیں۔ مسلمانوں کا علمی اور مذہبی ذخیرہ سب سے زیادہ عربی زبان میں ہے اور یہی ہونا بھی چاہئے۔ اس لئے میں مشورہ دوں گا کہ دُنیا کی

دوسری قومیں بھی عربی زبان کو عالمگیر اور مشترکہ زبان قرار دیں اور اگر اُن کو منظور رہے کہ اُن کا علمی سرمایہ بدبر قائم رہے تو اسکے لئے بھی عربی زبان کے دامن کو تھامیں۔

عرب کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کی زبان کو پسند فرمایا اور شاید دوسری دُنیا میں بہشت کی زبان بھی عربی ہی ہوگی۔ عرب کو اس بات کی قدر ہونی چاہیئے کہ قرآن مجید اُن کی زبان میں نازل ہوا اور قیامت تک وہ باقی رہ کر ان کی زبان کا محافظ بن گیا ہے۔ اب یہ ان کا فرض ہے کہ اس پاک اور دُنیا کی مشترکہ ہدایت کو لیکر آگے بڑھیں اور انسانی برادری اور اسلامی برادری سے زمین کے کسی حصے کو محروم نہ رکھیں۔

قرآن مجید اس لئے بھی عربی زبان میں نازل ہوا تھا کہ عرب اس کو اچھی طرح سمجھیں کیونکہ بوجہ اہلِ لسان ہونیکے ان کو اچھی طرح سمجھنا بھی چاہیئے اوّلاً ان کو سمجھنا چاہیئے پھر ان کے واسطے سے اور لوگ سمجھیں۔

عرب کے لوگوں کی دُنیا کے مسلمان عزّت کرتے ہیں لیکن اس عزّت کا اصلی راز یہی پیغمبر اسلام یہی مکّہ مدینہ اور یہی قرآن مجید ہے۔ پس عرب کے لوگ خدا کے اس منشا کو پورا کریں کہ اُن کے ذریعے سے قرآن کو دُنیا سمجھ سکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہی سبق پڑھایا تھا خلفائے راشدین نے ان سے یہی کام لیا تھا اسلئے انکا بھی سفر، حضرت کے اللہ کے آخری پیغام کو پہنچانا اور منوانا ہونا چاہیئے۔

قرآنی قصّے

رکوع ۱ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ سورۂ یوسف
وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ۝

ہمنے جو یہ قرآن آپکے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپسے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ محض بیخبر تھے

آیت شریف میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ قرآن واقعی وحی ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسکی خبر نہ تھی اور اس صحت کے ساتھ قوموں اور پیغمبروں کے نتیجہ خیز اور سبق آموز قصّے اہلِ کتاب کو بھی معلوم نہ تھے گویا قرآن مجید نے کارآمد اور بیش بہا تاریخ و جغرافیہ کی بھی حفاظت کرلی ہے۔

قرآن مجید کی ہر آیت ایک حکم رکھتی ہے اور ایک غرض اور ایک خاص فائدے کیلئے ہے یہ ایک دوسری بات ہے کہ قرآن خوانی کی مجلس کو مسلمان سماع کی مجلس بنا دیں۔ تجوید و قرأت میں نفسِ مطلب کو گم کر دیں اور صرف حظِ سماعت اور حظِ نفس کا لطف اٹھائیں۔ اسی طرح قرآنی قصے بھی ہیں یہ بھی عبرت کیلئے ہیں ہدایت کیلئے ہیں اور سبق آموزی کیلئے ہیں۔ اخلاق اور روحانیات کے حصول کیلئے ہیں۔ قرآن مجید کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں۔ اسلئے قرآنی قصوں میں وہ ترتیب و تنظیم نظر نہ آئے گی جو آج کل کے افسانہ نگار اور فسانے کے پڑھنے والوں کا مطمحِ نظر ہے۔

قرآن مجید میں بعض قصے اور کثیر فائدوں کے علاوہ (جیسے آدم و حوّا وغیرہ کے) خدا کی قدرت یاد دلانے کے واسطے ہیں۔ قوموں کی نافرمانی اور تباہی و بربادی کے قصے اس لئے سُنائے جاتے ہیں کہ ہم نافرمان نہ بنیں اور ہماری قومی تباہی و بربادی کے سامان فراہم نہ ہو جائیں اور اگر کوئی قصہ فرمانبرداروں کا ہے اللہ والوں کا ہے تو وہ اس لئے ہے کہ ہم فرمانبردار بنیں اور ہم اللہ والے ہو جائیں۔ اسی لئے اکثر آیتوں اور قصّوں کے اخیر میں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اس میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے۔ سبق ہے۔ یا یہ کہ اس قصہ کو بطور نشان کے سمجھنا چاہئے۔

قرآن مجید دوسری قوموں کا ہمیں وعظ سُناتا ہے۔ وہ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں کا مصداق بناتا ہے۔ سمجھنا چاہئے کہ گویا وہ ہمیں ہماری کہانی سُنا رہا ہے۔ یہ قصہ دوسروں کا نہیں بلکہ ہمارا اور ہماری قوم کا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن مجید قوم سے گذر کر افراد کی حالت کا بھی آئینہ ہے ایک شخص اگر قرآن مجید کو غور و فکر سے پڑھے اور عمل کی نیت سے اُس کی تلاوت ہو نیز وہ اپنی حالت سے ملاتا جائے تو اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید کس قدر انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

بدقسمت قوم کی حالت جس طرح بگڑی ہے اور جس طرح اس نے اپنے کو نادان بنا کر دین و دنیا کے تباہ و برباد کرنے کی ٹھان لی ہے وہ نہایت ہی اندوہناک ہے۔ اخبارات کے پڑھنے پر جس قدر تحریریں ہے جھگڑا نو مباحث میں جس قدر اس کا جی لگتا اور پیسہ صرف ہوتا ہے۔ افسانے اور قصے غزل اور

ٹھمریوں سے جس قدر اس کی دلچسپی ہے وہ اس کی بدبختی کا مرثیہ پڑھنے کیلئے کافی ہے قرآن گھروں میں موجود ہے مسجدوں میں رکھا ہوا ہے مگر اس کی طرف خیال نہیں جاتا۔ چونکہ عمل کی مطالبہ کرنے والی چیز ہے اس لئے اس سے گریز ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی بگڑی کو بنانیوالی ہے۔ اس کو تباہی و بربادی سے بچانے والی ہے اس لئے شومی بخت اسکی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی۔

آیت شریف میں جس قصہ کا حوالہ ہے اُس میں بھی بیسیوں طرح کے فائدے ہیں اور بیسیوں علوم کا استخراج ہے۔ حکمرانی کے طریقے۔ قحط کا انتظام۔ علم خواب کا بیان اور اُس کی تعبیر ناحق کو شوں کی شکست عورتوں کے کید کا شکار نہ ہونا۔ حق پر قائم رہنے ولے کی آخر کار فتح۔ قید و بند کے اندر بھی حق کی تبلیغ۔ جبر و اکراہ پر بھی خدا کی نافرمانی سے بچنا۔ بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود معاف کردینا وغیرہ تو موٹی موٹی باتیں ہیں جن سے ہر تلاوت کرنے والا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

اب کون شخص ہے جو اس بہترین قصے سے خاص اپنے لئے بہترین انمول موتی اکٹھے نہ کر سکے اور اُن کو پرو کر گلے کا ہار نہ بنا سکے۔ سنتِ یوسفی سے کس شخص کو فائدے حاصل نہیں ہو سکتے اور کون شخص احسن نہیں بن سکتا۔

قرآن سارے عالم کے لئے

رکوع ۱۱ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ سورۂ یوسف

اور آپ اُن سے اسپر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں۔ یہ تو صرف تمام جہان والوں کیلئے ایک نصیحت ہے۔

آیت شریف کے پہلے حصے سے تو صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم حقانیت اور للہیت پر مبنی ہے اور یہ جو کچھ ہے خود قبول کرنے والوں کے فائدے کیلئے ہے۔ اسی حصہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم پر کسی قسم کا اجر نہیں۔

اللہ اللہ قرآن مجید کی حقیقی تعلیم سے مسلمانوں کو کس قدر بُعد ہو گیا ہے کہ خود اُنکے علماء اور

اسلامی مدارس کے مدرس بغیر سودا چکائے نہ تو معلمی کیلئے طیار ہوتے ہیں اور نہ وعظ و نصیحت کیلئے اور اب تو یہ عالم ہے کہ حق الخدمت لیکر بھی حق ادا نہیں کرتے۔ زیادہ سے زیادہ اُجرت کے خواستگار ہوتے ہیں اور کم سے کم کام کرنے کی نیت رکھتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو صرف اُجرت لے لیتے اور فرض کو انجام دیتے ہی نہیں ۔ اگر ایک شخص کو معلوم ہو جائے کہ اُس کو درس و تدریس کے صلہ میں یہاں کچھ بھی نہیں ملے گا تو چاہے وہاں کے لوگ اسکے حقدار ہی ہوں اور چاہے وہاں قرآن و حدیث کا ہی درس دینا پڑے مگر وہ اس کی پروا نہیں کرینگے۔ اسی طرح اگر ایک جگہ قرآن و حدیث کا درس دے رہے ہوں لیکن تنخواہ یہاں پچاس روپئے مل رہی ہو اور دوسری جگہ فلسفہ و منطق کا درس دینا ہو اور سو دو سو تنخواہ ملنے والی ہو تو وہ اوّل الذکر کو چھوڑ دینگے اور مؤخر الذکر کو

قرآن مجید کے کسی شعبے کا وعظ اور کسی شعبے کی تعلیم و تربیت۔ الغرض کسی قسم کی دعوت و تبلیغ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے کام کا انجام دینا ہے گویا یہ سب پیغمبرانِ وقت کی سُنت ہے اور ان کے مشن کو پورا کرنا ہے اور قرآن مجید میں جا بجا یہی ہے کہ اپنی اپنی قوم سے پیغمبروں نے ہمیشہ یہ کہا کہ ہم تم سے اس کام کا کوئی اجر نہیں مانگتے وان اجری الاّ علی اللہ بلکہ ہمارے اس کام کا اجر ہمارے اللہ پر ہے۔ مگر آج عالم یہ ہے کہ سب سے پہلے اجر ہی طے کیا جاتا ہے گویا بسم اللہ ہی غلط ہوتی ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ برکت کہاں سے ہو اور اسلامی کام پروان کیونکر چڑھے۔

ایسے موقع پر بعض جاہل یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کریں تو کھائیں کہاں سے اور بال بچوں کی پرورش کہاں سے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو ایسے لوگوں کو ہمہ تن اس طرف آجانے کی ضرورت ہی کیا ہے کھانے کمانے کے لئے وہ اپنا وقت صرف کریں اور اگر کچھ وقت بچ رہے تو اسلامی خدمت بھی انجام دیں بلکہ ایک مسلمان تو جہاں بھی ہو اور جس کام میں بھی مشغول ہو اللہ کا پیامی اور اللہ کا سپاہی ہے۔ مسلمانوں کی قوم میں علما کو ایک دوسری قوم بنا لینے کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرے یہ کہ پیغمبرانِ وقت بھی تو کھاتے پہنتے تھے اور اپنے بی بی بچوں کی پرورش کرتے تھے

تو جب وہی کام یہ بھی کرنے چلے ہیں تو کھانے کمانے میں بھی اُنہیں کی پیروی کیوں نہیں کرتے۔
تیسری بات یہ ہے کہ یہ جس کتاب مقدس کی تعلیم و تلقین کرنے چلے ہیں اور جس خدا کا حکم پہنچانے کے لئے آمادہ ہوئے ہیں آخر اس پر بھروسہ کیوں نہیں کرتے۔ وترزق من تشاء بغیر حساب پر ایمان کیوں نہیں رکھتے
چوتھے یہ کہ اگر کچھ لینا ہی ہے تو خدا کیلئے حلال کر کے تو لیں اور تبلیغ کا حق ادا کر کے پیسے کو جائز تو بنالیں
جاننے والے جانتے ہیں کہ آج اکثر علماء اور مشائخ کی زندگی ذلیل ہوگئی ہے۔ محلات کے دروازے ان پر بند ہو گئے ہیں۔ کوٹھیوں کے پھاٹکوں پر ان کے لئے قفل پڑ گئے ہیں۔ یہ قوم پر بار بن گئے ہیں۔ یہ جہاں پہنچ جاتے ہیں وہاں کے باشندے ایک مصیبت سمجھ کر منہ چھپاتے ہیں۔
حیف ہے کہ یہ کچھ دینے کے لئے تھے مگر آج صرف ان کو لینے والا سمجھا جا رہا ہے۔ یہ اپنے ساتھ اپنے دین کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔ یہ قرآن مجید لے کر جاتے ہیں اور لوگ بھاگتے ہیں حالانکہ قرآن مجید والے کے پاس دنیا کو آنا چاہیئے۔
آیت شریف کے دوسرے حصے میں قرآن مجید کا وصف ہے اور یہ وہ وصف ہے جس سے مسلمانوں کو بھی ہوش آجانا چاہیئے اور دنیا کی دوسری قوموں کو بھی سراپا توجہ ہوجانا چاہیئے۔
دنیا خدا کی دنیا ہے اور ہر انسان خدا کا بندہ ہے۔ نوع انسان اللہ تعالیٰ کی رعیت ہے اور یہ خالق سماوات والارض کی مخلوق ہونے سے ہرگز گریز نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہی مناسب تھا کہ خدائے بزرگ و برتر اپنے خاص فضل و کرم سے ان سب کو ایک ساتھ نوازتا۔ ایک آنکھ سے انکو دیکھتا اور ایک رحمت کا ان کو مستحق بناتا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ جس طرح زمین سب کے لئے یکساں گہوارہ ہے آسمان سب کے لئے سائبان ہے۔ ہوا سب کے لئے زندگی بخش ہے۔ پانی سب کے لئے زندگی کا باعث بنا ہوا ہے ابر آتا ہے تو سب کے کھیت پر یکساں طور پر برستا ہے اور آفتاب عالمتاب کی روشنی سے جس طرح ہر انسان فائدہ حاصل کرتا ہے اسی طرح قرآن مقدس کی برکتوں سے بھی ایک ایک فرد منتفع ہو سکے۔
انسانوں کے اندر جو قوتیں، جو عادات اور جو حُسن و قبح ہیں وہ قریب قریب یکساں ہیں زبان

اور رنگ یا آب و ہوا اور ماحول سے چاہے کوئی قوم کتنی ہی متأثر ہو چکی ہو مگر انسانیت کے ضروری لوازمات سب میں ایک ہی ہیں۔ اب اگر قرآن مجید کو دیکھو تو کس طرح عجیب و غریب طور پر فطرت کو ابھارتا اور ظاہر باطن طور پر اُس چیز سے اپیل کرتا ہے جو حقیقت میں انسان کے فائدے کی ہیں بلکہ نافرمان اور غفلت شعار انسان کی بھی حقیقی اور عین طلب ہے۔

اب اگر آیت شریف کے ہر دو حصّہ کو ملا لیا جائے تو ایک خاص بات پیدا ہو جائے گی اور بلا لحاظ قرآن مجید سارے عالم کی ہدایت کرتا نظر آئے گا۔ لہٰذا جس کا جی چاہے وہ دیکھ سکتا ہے کہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ کس قدر صحیح ہے کہ وہ سارے جہان کے واسطے اور روئے زمین کی ہر قوم کے واسطے نصیحت ہے۔

اجرِ کبیر

رکوع ۱ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًاۙ۝ وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۝ سورۂ بنی اسرائیل

بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور اُن ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ اُن کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

آیت شریف میں سیدھی اور مضبوط اور رہنمائی کرنے والا قرآن کو کہا گیا۔ قرآن مجید اللہ کی رسی ہے اسکا ایک سرا بندوں کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا خدائے قرآن کے ہاتھ میں ادھر اس نے ہاتھ میں تھاما اور اُدھر سے کشش ہوئی اور جو شخص جتنی مضبوطی سے تھامے گا اتنا ہی فائدہ میں رہے گا۔

پہلی آیت میں قرآنی علم و عمل والے مومنین کو جنت اور اسکے درجات عالیہ کی خوشخبری اور دوسری آیت میں قرآن مجید کے علم و عمل سے گریز کرنے والوں کو دوزخ اور اسکے عذاب کی خوشخبری دینے والا قرآن کی شان میں ارشاد ہوا۔

قرآن مفصّل ہے

رکوع ۴ — وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا ؕ — سورۂ بنی اسرائیل

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ اچھی طرح سے سمجھ لیں

آیت شریف میں اس بات کا بیان ہے کہ بندوں سے معبودِ حق کو جو کام لینا ہے قرآن اُسی کے واسطے نازل ہوا اور اس میں وہ باتیں قطعاً مبہم نہیں ہیں بلکہ وہ تفصیلی طور پر ہیں اور ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقام پر اُس کا طرح طرح سے بیان کیا گیا ہے اور یہ التزام اس لئے برتا گیا کہ لوگ اُس حکم کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ ایک مرتبہ میں اگر نہیں خیال میں بات آئی تو دوسری جگہ میں آجائے۔

قرآن مجید میں جو بار بار ایک ہی بیان کو دُہرایا گیا ہے اُس کی حکمت کا اظہار کیا گیا ہے۔ دُنیاوی بادشاہ۔ دُنیاوی آقا۔ اُستاد۔ والدین ان میں سے جو بھی ہوں اپنی رعیت اپنے ملازم اپنے شاگرد اور اپنی اولاد کو دو چار مرتبہ کی نافرمانی میں نکال باہر کرتے اور سزا کا مستوجب قرار دیتے اور خفگی کا اظہار کرتے ہیں لیکن اے خدا تو کیسا شفیق خدا ہے کہ بار بار کی نافرمانی اور ہزار بار کے گناہ کے بعد بھی اُسی شفقت کو قائم رکھتا ہے تو نہیں چاہتا کہ کسی طرح بھی تیرا بندہ تباہ ہو۔ اے میرے خدا یہ عین تیری شان کا تقاضہ ہے اگر تو ایسا نہ کرتا تو تو ہی بتا کہ تیرے سوا دوسرا کون سہارا تھا جہاں یہ جاتے۔ تو نے بدتریں انسان کو بھی توبہ کے بعد قبول کر لینے کا وعدہ کیا اور اپنی رحمت سے فرمایا ہے کہ نا امید نہ ہوں مگر اے میرے خدا جس کو توبہ کرنی بھی نہ آتی ہو اُس کا بھی تو تو ہی ہے۔

رباعی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ — گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ

ایں درگہِ ما درگہِ نا امیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

نماز اور قرآن

رکوع ۹ — اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجیے، اور صبح کی نماز بھی۔ بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے۔

آیت شریف میں قرآن سے مراد صبح کی نماز ہے لیکن قابلِ لحاظ امر یہ ہے کہ ایسا کیوں کہا گیا تو اس میں یہ نکتہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کا مقصد اسکے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ عبد کا معبود سے تعلق قائم کرا دے۔ لہٰذا نماز پڑھنا اسی کا ثبوت دینا ہے۔

حق

رکوع ۹ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ہ وَنُنَزِّلُ سورۂ بنی اسرائیل مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ إِلَّا خَسَارًا ہ

اور کہدیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا۔ واقعی باطل چیز جانے کے ہی لائق ہوتی ہے۔ اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا و رحمت ہے اور نا انصافوں کو اس سے اور اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔

حق ایک ہی ہو سکتا ہے جس کے آنے کی خبر آیت شریف میں دی گئی ہے اور وہ قرآن مجید ہے جس نے سب سے پہلے عرب کے باطل کو دور کیا اور لاکھوں کو حق پرست بنا دیا۔ حق نے حق کو بھیجکر حق کو ظاہر کر دیا جس سے باطل کا پردہ فاش ہو گیا اور معناً باطل کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ قاعدہ ہے کہ جب روشنی ہوتی ہے تو تاریکی باقی نہیں رہتی۔ آفتاب عالمتاب کے طلوع ہونے کے بعد رات کی سیاہی کافور ہو ہی جاتی ہے اب قرآن مجید کی روشنی میں بھی حق نہ نظر آئے تو یہ خفاش صفت ہونا ہے اس میں قرآن کا کوئی قصور نہیں

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور اگر معاندین قرآن، اور غافلین قرآن پر قرآنی احکام بار ہیں تو یہ ہوا ہی کرتا ہے۔

گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی

قرآن مجید ایمان والوں کیلئے تو یقیناً شفا اور رحمت ہی ہے اور اس سے انکے اعمال نیک میں زیادتی ہی ہوتی ہے اور وہ اس طرح خدا کی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں اور وہ ہر طرح کے عقائد باطلہ اور اعمالِ فاسدہ سے شفاء حاصل کرتے ہیں مگر برعکس اسکے ناانصافوں کے نقصان میں زیادتی ہوتی ہے اور اُن کے کفر و نفاق وغیرہ کے مرض میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

قرآن بے مثل کتاب ہے

رکوع ۱۱ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۝ سورۃ بنی اسرائیل

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کیلئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جائے۔

آیت شریف میں مخلوق میں سے جن اور انس ہر دو کی طاقت سے باہر قرآن مجید کے مقابلہ کو بیان کیا گیا بلکہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں جب بھی یہ بات ناممکن ہے مگر ان سب اوصاف قرآنی کا ایک ہی مطلب ہے کہ انسان اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کا فائدہ ایسا ہی اعلیٰ درجہ کا حاصل کرے۔

آیت شریف میں انسانوں کے علاوہ ایک اور مخلوق کا بیان بھی ہے جس کا نام جن ہے یہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ رہنے والی مخلوق ہے۔ ہم عبد ہیں اس لئے ہمیں یہ اور اس قسم کی عقل سے باہر کی جو خبر بھی دی گئی ہو سب کو سچ مان لینا چاہئے۔

مکرّرات

رکوع ۱۱ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۝ سورۃ بنی اسرائیل

اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی آخر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے۔

آیت شریف عاشقانِ قرآن اور بندگانِ خاص کیلئے بڑی قلق کا باعث ہے جس لہجہ میں قرآن مجید کے منکرین اور غافلین کے اس سلوک کا اظہار کیا گیا ہے افسوسناک ہے۔ آیت شریف سے جہاں قرآن مجید کے فضائل کا بیان مقصود ہے وہاں انکار کرنے والوں کی حرکت پر حسرت بھی ہے۔

فواصل قرآنی

رکوع ۱۲ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ سورۃ بنی اسرائیل

اور قرآن میں ہم نے جابجا فصل رکھا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اُتارنے میں بھی تدریجاً اُتارا۔

قرآن مجید کے جہاں ہزاروں لاکھوں اوصاف ہیں اُن میں سے فصاحت و بلاغت لفظ اور معنیٰ کے لحاظ سے بھی یہ عجیب و غریب اور لاجواب ہے۔ آیت شریف میں فواصل اور تدریجاً نزول کا فائدہ اور اسکی حکمت مذکور ہے۔ اس سے بھی یہی مراد ہے کہ قرآن مجید کے علم و عمل پر آمادہ کیا جائے۔

سجدۂ شکر

رکوع ۱۲ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ سورۃ بنی اسرائیل اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا تھا۔ یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے

بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور ہی پورا ہوتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن اُن کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔

آیت شریف میں اُن اہلِ کتاب کا ذکر ہے جن کو قرآن کے نزول کا پہلے سے علم تھا اس لئے جب اس صحیح علم والے لوگوں نے اس کو سُنا تو خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدے میں جُھک پڑے کہ اُن کے حق میں یہ نعمت آئی۔ پھر ان کے اس بیتابانہ سجدہ کی ادائیگی کی ہیئت بیان ہوئی اور وعدۂ خداوندی کی صداقت کا بار بار اظہار کرنے لگے۔ پھر یہ ارشاد ہوا کہ اس سجدہ میں خلوص و صداقت اور خدا کی عظمت و جلالت نے وہ بات پیدا کر دی کہ صداقت کے آنسو اور محبت کے آنسو کے ساتھ ساتھ ادا ہوا۔ ایک خاص کیف اور ایک خاص تاثر کا اظہار مقصود ہے تاکہ ہمارا بھی یہی حال ہو۔ مگر

کھو یا ہوں کہ اس راہ میں کھونا نہیں آتا　　اس بات پہ روتا ہوں کہ رونا نہیں آتا

کلام مجید میں سجدے چودہ مقام پر ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ یہ سجدے فرض ہیں اس لئے ان کی قضا بھی لازم ہے۔ اسی طرح کے سجدے والی یہ آیت بھی ہے۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ۝

مسیحی دُنیا میں خاص طور پر قرآن مجید کی تبلیغ ہونی چاہیئے

رکوع ۱　اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ　سورۃ الکہف
قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَاۗىِٕهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝

تمام خوبیاں اُس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اُس میں ذرا بھی

کجی نہیں رکھی۔ بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تاکہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہو گا
ڈرائے اور اُن اہلِ ایمان کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ اُن کو اچھا اجر ملے گا جس میں وہ
ہمیشہ رہینگے۔ اور تاکہ اُن لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ نہ تو اس کی
کوئی دلیل اُن کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی۔ بڑی سخت بات ہے جو
اُن کے مُنہ سے نکلتی ہے وہ لوگ بالکل جھوٹ بکتے ہیں۔

آیت شریف زیب عنوان میں دیگر اوصاف قرآنی کے علاوہ ایک وصف یہ بھی ہے کہ اُس میں
کسی قسم کی کجی نہیں۔ سیدھی سادی بات ہے جو سمجھ میں آجانی چاہیے دوسرے اُن لوگوں کو اسکے ذریعہ
سے ڈرانے کو کہا گیا جو اللہ کی اولاد ہونے کے قائل ہیں۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ عیسائی دُنیا ہے
ارشاد ہے کہ یہ بےعلم ہیں اور ان کا دعویٰ بغیر دلیل ہے۔ اس لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ ان کا سارا
علم اس ایک جہل کے مقابلے میں جہل مرکب ہے جو خدا کی توحید کو ہی نہیں سمجھ سکے۔ عیسائی دُنیا کی ایک
حالت اسکے بہت قریب آگئی ہے کہ خدا کے اس فرمان کو اُن تک پہنچایا جائے۔ اس سے یہ بھی مترشح
ہے کہ انشاء اللہ قرآن ان کی حالت کو بدل دے گا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بیہودہ الفاظ پر اپنی انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور ہمارا ایمان
بات کا متقاضی ہے کہ ان کو اس بیہودگی سے روکدینے میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں۔ ہماری غیرت کا تقاضہ
ہونا چاہیئے کہ ہمارے خدا کی شان میں اُسکی شان کے خلاف کوئی کلمہ استعمال نہ کرسکے۔

تلاوت کا مفہوم تبدیل کلمات

ع ۴ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ سورۃ الکہف
اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے وہ پڑھ دیا کیجئے اُسکی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا

آیت شریف سے اوّل تو تلاوت کا وسیع مفہوم سمجھ میں آجانا چاہیئے اور آج کل کی مروجہ تلاوت میں

تبدیلی کی ضرورت محسوس ہونی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ قرآن کے ایک لفظ کو بھی اپنی جگہ پر سے کوئی بدل نہیں سکتا اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ قرآن مجید میں جو وعدہ وعید ہیں وہ پورے ہو کر رہینگے کسی کی مجال نہیں کہ ان میں تصرف کر سکے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا

رکوع ۸ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ۝ سورۃ الکہف

اور ہمنے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمادئے ہیں اور آدمی جھگڑنے میں سب سے بڑھکر ہے

آیت شریف میں قرآن مجید کے اندر سمجھانے کے کُل طریقوں کے استعمال کئے جانے کا ذکر ہے پھر انسان کا اس سے انکار، یا اس میں اختلاف وغیرہ مذموم بتایا گیا ہے۔

کَلِمٰتُ رَبِّیْ

رکوع ۱۲ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ سورۃ الکہف

آپ کہدیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے سمندر روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے اگرچہ اس سمندر کی مثل ایک دوسرا سمندر مدد کیلئے ہم لے آئیں۔ آپ کہدیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

آیات زیب عنوان میں قرآن مقدس کی وہ تعریف بیان کی گئی ہے جو حق ہے اور انسانی دماغ کو اسکے خدائی کلام ہونے کا فوراً معترف بنادے ساتھ ہی یہ بھی کہ قرآن مقدس کی بڑائی اُسکے دل پر ہمیشہ

کے لئے مستولی ہو جائے۔ دوسری بات جو بیان کی گئی وہ اللہ سے محبت کرنے والوں اور اللہ کے دیدار کی خواہش رکھنے والوں کیلئے زندگی بخش ہے۔ اس سے وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جس سے وہ چیز حاصل ہو جائے جس کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی۔

یہ دل یہ جان یہ دونوں جہان کی دولت ہے — وہ پھر بھی مفت ہے، مل جائے جتنی قیمت ہے

اگر بہشت اور اس کی نعمتیں خود خدائی انعامات نہ ہوتیں تو ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی چونکہ ان کے طلب کرنے کا حکم ہے اس لئے ان کو طلب کرنا بھی عبد کی شان سے ہے۔ ورنہ طاعت و عبادت تو صرف خدا ہی کیلئے ہونی چاہئے۔

طاعت میں تا رہے نہ مَی و انگبیں کی لاگ — دوزخ میں ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں شریک ٹھہرانا اللہ سے محبت کرنے والوں کا کام نہیں اُن کا حال تو اس مقام پہ ناقابلِ بیان ہوتا ہے۔

قطعہ

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم — گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم

گر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد — تا نہ بینم رُخِ تو روح پریدن ندہم

نبی کی زبان

رکوع ۶ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا ۝ سورۂ مریم

سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سُنا دیں اور اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلائیں۔

قرآن مجید سے اعراض کرتے ہوئے بے فائدہ جھگڑا کرنے والوں نیز اکھڑ اور جاہل قوم تک کے ڈرانے اور انکی نصیحت کیلئے قرآن نازل ہوا ہے۔ پس قلبِ سلیم اور تہذیب و تمدن کی روشنی والوں کا اس سے مستفید نہ ہونا ابعد ہے۔

قرآن کی شان

رکوع ۱ طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۙ سورہ طٰہٰ
تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۗ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝
لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ
فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝

طٰہٰ۔ ہمنے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ آپ تکلیف اُٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے جو ڈرتا ہو۔ یہ اُس کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور آسمان کو پیدا کیا ہے وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے اُس کی مِلک ہیں جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے اللہ ایسا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اسکے اچھے اچھے نام ہیں

آیت زیب عنوان میں حسن حسن کے ساتھ قرآن مجید کی شان بیان کی گئی ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی شانِ مبارک کا اظہار فرما کر یہ بتلایا ہے کہ قرآن ایسے کا نازل کیا ہوا ہے پھر سمجھ لو کہ اُس کی کیا شان ہوگی۔

طٰہٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا کی طرف سے پیارا نام ہے اور پیارے لہجے میں اس نام سے آپ کو مخاطب فرما کر یہ کہا گیا کہ قرآن مشقت میں پڑنے کی چیز نہیں حقیقت میں قرآن تو رحمت ہے اس کو رحمت سمجھنے والے اور رحمت بنا دینے والے اس کا مصرف صحیح نہیں لیتے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ کہا گیا اُس سے تو آپ کی ذات مبارک ذات باریتعالیٰ کی عجیب شفقت کا اظہار ہے۔

علم کی زیادتی

رکوع ۶ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ سورہ طٰہٰ

اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝

اور ہم نے اس کو اسی طرح عربی قرآن کرکے نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن انکے اندر سمجھ پیدا کردے سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالیشان ہے اور قرآن میں قبل اسکے آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے اور آپ یہ دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے۔

آیات زیب عنوان میں قرآن مجید سے فہم کا بڑھنا بھی ثابت ہے اور علم کے بڑھنے کی دعا کیلئے کہا گیا۔ اس سے علم کی بڑائی بھی ثابت ہے۔

معیشت کی تنگی

رکوع ۴ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سورۂ طٰہٰ اَعْمٰى ۝

اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کرکے اٹھائینگے۔

آیت شریف میں قرآن مجید سے اعراض کا وبال معیشت کی تنگی کا ہونا بھی بتایا گیا ہے مسلمان جو اس وقت افلاس کی حالت میں مبتلا ہیں تو وہ ناجائز تک کو اس کے لئے جائز بنالینے کیلئے تیار ہیں مگر یہ نہیں کرتے کہ قرآن مجید کو پھر پکڑیں تاکہ غربت دور ہو۔

آیت شریف میں قرآن مجید سے اعراض کرنے والے کو قیامت کے دن اندھا اٹھایا جانا مذکور ہے چونکہ قرآن مجید نور تھا۔ دنیا میں جب وہ اس سے آنکھ بند کئے رہا تو اسکے بدلہ میں قیامت کے دن کا اندھا ہونا بالکل صحیح ہے اور یہ اندھا ہونا کس حیثیت سے ہوگا اسکو آج بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ذکرِ مبارک

رکوع ۴ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ سورۃ الانبیاء

اور یہ ایک کثیر الفائدہ نصیحت ہے جس کو ہم نے نازل کیا سو کیا پھر بھی تم اسکے منکر ہو

ثابت ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے اور خود انسان کے ہی فائدہ کبیرہ کے لئے ہے اسپر بھی انسان کا اعراض کتنی بڑی اس کی بدقسمتی ہے۔

البلاغ

رکوع ۷ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ سورۃ الانبیاء قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

بلاشبہ اس میں کافی مضمون ہے ان لوگوں کیلئے جو بندگی کرنے والے ہیں اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر سارے جہان کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔ آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو۔

خدائے بزرگ و برتر چونکہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے اسی لئے اُس نے اپنے پیغمبر آخر الزماں کو سارے جہان کیلئے رحمت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور قرآن کو رحمت نامہ قرار دیا۔ یہ حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

زُبُرِ الاَوَّلِیْن

رکوع ۱۱ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۭ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰي قَلْبِكَ سورۃ الشعراء لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۭ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اَوَلَمْ

يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝

اور یہ قرآن رب العلمین کا بھیجا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لیکر آیا ہے۔ آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تاکہ آپ منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔ اور اس کا ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے کیا ان لوگوں کیلئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس کو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کر دیتے۔ پھر وہ ان کے سامنے پڑھ بھی دیتا یہ لوگ تب بھی اس کو نہ مانتے۔

آیات زیب عنوان میں قرآن مجید کے منجملہ اوصاف کے خدا کے پاس سے امانتدار فرشتے کا لیکر آنا۔ اسکے نزول کا مقام قلب مبارک قرار پانا۔ عربی زبان میں اس لئے ہونا کہ دنیا والوں کو ڈرایا جائے۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے جہان کیلئے جس پیام کی ضرورت تھی وہ عربی زبان میں ہی مناسب تھا اگر برعکس اسکے دوسری زبان میں آتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

قرآن مجید کا ذکر پہلی کتابوں میں تھا یہ اس لئے بھی کہ ہر مذہب کے لوگ آخری مذہب کو آسانی کے ساتھ قبول کرلیں کیونکہ جس خدا نے اُن کتابوں کو بھیجا تھا اُسی نے قرآن کو بھی بھیجا ہے۔ پس کوئی سبب نہیں کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ چونکہ قرآن کی پیشینگوئی ہر آسمانی کتاب نے کی اس لئے قرآن مجید بھی ان سب کی تصدیق کرنیوالا ہے۔

آخرت پر یقین

رکوع ۱ طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ سورۃ النمل
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور ایک واضح کتاب کی۔ یہ ایمان والوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری سنانیوالی ہے جو ایسے ہیں کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

حکمت والے خدا کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہے۔ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝ اس لئے قرآن کی ہر خبر اور ہر حکم ماننے کے لائق ہے۔ دُنیا کا بھی یہی دستور ہے کہ جبتک سزا کا خوف نہ ہو چور چوری سے باز نہیں آتا۔ اسی طرح ہر جرم سے بچنا قانون کے نفاذ پر موقوف ہے۔ جس سے ایک طرف خوف ہو تو دوسری طرف امن پسندی کا بدلہ ملے۔ پس قرآن مجید اس غرض کو پورا کرتا ہے اور آخرت اور اس کی جزا و سزا جو یقینی چیز ہے اسکا یقین دلاکر دین و دُنیا ہر دو کے نظم کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔

علماء کا اختلاف

رکوع ۶ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ سورۃ النمل
وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بالیقین وہ ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

قرآن مجید قوموں کے اور انکے عقلمندوں کے اختلاف کو دور کرتا ہے۔ علمائے یہود ہوں یا علمائے نصاریٰ ہوں۔ پارسیوں کے پیشوا ہوں یا ہنود کے پنڈت ان سب کو ایک کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ مذاہب عالم کا دستور العمل بننے کی صلاحیت کا اظہار کرتا ہے۔ لہٰذا اب اگر مسلمانوں کے علماء اور مجتہدین یا مختلف فرقہ والوں کا اختلاف مٹجائے تو تعجب کی بات ہے اور یہ ان کا خود قصور ہے قرآن کا نہیں۔

ہدایت و گمرہی

رکوع ۷ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ سورۃ النمل
فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ

اور یہ کہ میں قرآن پڑھ پڑھ کر سناؤں سو جو شخص راہ پر آئیگا سو وہ اپنے ہی فائدہ کیلئے راہ پر آئیگا

اور جو شخص گمراہ ہوگا تو کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والے پیغمبروں میں ہوں۔

آیت شریف سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن ہدایت انسانی کے لئے ہے اور ہدایت کا حاصل کرنا یا اس سے محروم رہنا خود انسان کی خوش قسمتی یا بدقسمتی پر موقوف ہے۔

منزلِ مقصود

رکوع إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ط سورۃ القصص

بیشک جس خدا نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دیگا۔

قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور اس کو خدا نے ہدایت کیلئے نازل فرمایا ہے۔ قرآن مجید کا جاننا فرض ہے اگر اپنے پر ایک شخص اس کا لزوم کرلے تو خدا اس کو اس کی منزل مقصود پر پہنچا دیگا۔

قرآن مجید پڑھتے رہنے کی چیز ہے

رکوع ۴ اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ط سورۃ العنکبوت

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کیا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے

قرآن مجید پڑھنے پڑھاتے رہنے کی چیز ہے۔ اس کا علم وعمل اختیاری نہیں بلکہ لازمی ہے اسی لئے عالمگیر قرآنی تحریک کی طرف سے بار بار یہ تقاضہ ہے کہ قرآن مجید کا علم تو علم اور لازمی ہونا چاہئے اور تلاوت کا مفہوم بہت وسیع ہے صرف یہی نہیں کہ خود پڑھ لیا جائے بلکہ دوسروں کو سنانا بھی تلاوت ہے۔

نبی اُمّی

رکوع ۵ وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَارْتَابَ سورۃ العنکبوت الْمُبْطِلُونَ ○ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا يَجْحَدُ

بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ

اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے بلکہ یہ کتاب خود واضح دلیلوں والی ان لوگوں کے ذہن میں ہے جن کو علم عطا ہوا ہے اور ہماری آیتوں سے صرف ضدی لوگ انکار کرتے ہیں

قرآن کافی ہے

رکوع ۵ اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ سورۃ العنکبوت لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

کیا ان لوگوں کیلئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے بلا شبہ اس کتاب میں ایمان لانیوالوں کیلئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے۔

آیت شریف میں قرآن مجید کو کافی بتلایا گیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ روئے زمین کے تمام کتب خانوں سے بے نیاز کر دینے والی یہ کتاب ہے۔

شاعری

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۙ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۝

اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے لئے شایاں بھی نہیں وہ تو محض نصیحت اور ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام کی ظاہر کرنے والی ہے تاکہ ایسے شخص کو ڈراوے جو زندہ ہو اور تاکہ کافروں پر حجت تمام ہو جائے۔

آیت شریف میں ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سے سرفراز کئے جانے کی خصوصیات

کا ذکر ہے ۔ قرآن مجید کو خیالی مضامین کے درجہ سے بہت بلند کہا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے منافی اس بات کو ظاہر کیا گیا کہ آپ شاعر ہوں ۔ اس سے شعر و شاعری کی ایک قسم کی تنقیص بھی ظاہر ہے ۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جن قوموں کو اس سے روحانی زندگی حاصل نہ ہو دراصل وہ مر گئے ہیں قرآن مجید تو سراپا زندگی بخش ہے پس اس سے زندہ نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے ۔

قرآن کا فضل و کمال

رکوع ۳ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ سورۃ الزمر
قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝

اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں ۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں ۔

اللہ اللہ کس طرح معبود حق اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کریں ۔ اس لئے آیت شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ ہدایت کیلئے جن جن لوازمات کی ضرورت تھی قرآن مجید میں وہ سب بدرجہ اتم موجود ہیں ۔

غفلت شعاروں کی بدبختی

رکوع ۱ حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ سورۃ حم السجدہ
قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝
وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ
فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝

حٰمٓ ۔ یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے ۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف

بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی ہے ایسے لوگوں کے لئے ہے جو دانشمند ہیں بشارت دینے والا ہے۔ ڈرانیوالا ہے۔ سو اگر لوگوں نے روگردانی کی۔ پھر وہ سنتے ہی نہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جائیے اور ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

آیت شریف سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید دانشمندوں کیلئے نافع ہے یہ خود دانشمند بنانیوالی کتاب ہے مگر اُن کو جو بننا چاہیں۔ برخلاف اسکے غفلت شعار انسان اپنی بدبختی کا ثبوت عجیب غریب طرح پیدا کرتے ہیں۔ اپنے کان اور اپنے دل کو اس سے بچاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں بچاتے نہیں تباہ کرتے ہیں اور قرآن سے حجاب نہیں کرتے بلکہ اللہ اور اللہ کی رحمتوں سے حجاب کرتے ہیں

قرآن کے ساتھ شیطان کی حرکتیں

رکوع ۴ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۝ سورۃ حم السجدہ

اور یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور اسکے بیچ میں غل مچا دیا کرو شاید تم ہی غالب رہو۔

آیت شریف میں معاندین قرآن کی بیوقوفی اور شرارت کا ذکر ہے۔ یہ اتنا نہیں سمجھتے کہ آسمان کا تھوکا خود اپنے منہ پر آتا ہے۔ آفتاب قرآن پر خاک پھینک کر یہ خود اپنی روح کو میلا کرتے ہیں مگر سمجھتے نہیں

اُمّ الکتٰب

رکوع ۱ حٰمٓ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ سورۃ الزخرف

وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝

حٰمٓ۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھ لو اور

وہ ہمارے پاس ام الکتاب میں بڑے رتبہ والی ہے اور حکمت بھری کتاب ہے۔

آیت شریف میں دیگر اوصاف قرآنی کے علاوہ یہ ارشاد ہوا کہ قرآن مجید لوح محفوظ پر بھی ہے اور زمین والوں پر یہ آسمانی بارش وہیں سے ہوئی۔ ایک جگہ ہے بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔

مبارک رات

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝

حٰمٓ۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔ ہم آگاہ کرنے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے پاتا ہے۔

آیت شریف میں قرآن مجید کا مبارک رات میں نازل ہونا ارشاد ہوا ہے اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا کہ برکت سے مالا مال کتاب کا نزول بھی برکت والی رات میں ہو۔ چونکہ خود قرآن مجید بھی آسمانی حکمنامہ ہے اس لئے اس رات میں ابتک انسانوں کی قسمت کا ہر سال فیصلہ ہوتا ہے۔

ایمان و ایقان

رکوع ۲ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ سورۃ الجاثیہ

یہ قرآن عام لوگوں کیلئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین کرنیوالوں کیلئے بڑی رحمت ہے۔

آیت شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی دانشمندیاں قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ بلا استثناء ہر قوم اور ہر شخص کیلئے اس غرض کیلئے عینک۔ خوردبین اور دوربین ہے مگر اخیر میں جو قید ایقان کی لگائی گئی ہے اور ہدایت و رحمت وغیرہ کے حصول کو اسپر موقوف رکھا ہے وہ بھی قطعاً حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ جبتک کسی چیز میں کسی کو یقین نہیں ہوتا کامیابی نہیں ہوتی ہے۔

قاصد نے جو کہا ہے اُسے مان لو حفیظ
ایمان کی بنا ہے فقط اعتبار پر

معلّمِ قرآن

رکوع ۱ اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۭ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ سورۃ الرحمٰن

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو گویائی سکھلائی

قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور خدا کا اپنے بندوں کیلئے آخری آسمانی پیغام اور دراصل اس کی تعلیم کا دینے والا بھی وہی ذات پاک ہے اور پھر جس کا وہ معلّم ہو جائے اُسکے علم کا کیا کہنا۔ ایمان و یقین اور طلبِ صادق رکھنے والوں کو قرآن مجید بغیر اُستاد کے بھی آتا ہے۔ ایسوں کا خدا خود معلّم بنجاتا ہے اُسی کا ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔

قرآن کریم

رکوع ۱۰ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۭ سورۃ الواقعہ
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۙ

بیشک یہ قرآن ایک کرم والی کتاب ہے جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ یہ سارے جہان کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ پھر کیا تم لوگ اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو۔

سارے جہان کے خدا نے قرآن کو سارے جہان کے لوگوں کی دین و دُنیا کو بہتر بنانے کیلئے بھیجا ہے اور یہ طوطے اور مینے کیطرح رٹ لینے اور سرسری طور پر پڑھ لینے کی کتاب نہیں اسکے نکات۔ اسکے رموز و غوامض اور اسکے اندر کے درِ شاہوار تو غور و فکر کے ساتھ پڑھنے والے کو نصیب ہوتے ہیں۔

قرآن کا جلال و جبروت

رکوع ۳ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ سورۃ الحشر
خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے انسان تو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سوچیں۔

خدائے عزّ وجل نے اپنے جلال و جبروت کا جن لفظوں میں قرآن مجید کے اندر بیان فرمایا ہے اُس نے خود قرآن مجید کو بھی جلال و جبروت والا کر دیا ہے۔ اس لئے پہاڑ جیسی سخت اور عظیم چیز پر بھی اس کا نزول ہوا ہوتا تو وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا۔ یہ مثال وہی سمجھ سکے گا اور اُسی کو اس سے فائدہ ہو گا جو غور کرے گا ورنہ جنہوں نے اپنے کو نبذ فریق من الذین اوتوا الکتٰب. کتٰب اللہ وراٰء ظھورھم کانّھم لایعلمون کا مصداق بنا لیا ہے اُنکے لئے کچھ بھی نہیں۔ ان کے سینوں میں گوشت کا دل نہیں بلکہ پتّھر سے بھی زیادہ کسی سخت چیز کا ٹکڑا ہے۔ ثمّ قست قلوبکم من بعد ذٰلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ ، وان من الحجارۃ لما یتفجّر منہ الانھٰرؕ وان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماءؕ وانّ منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ ، وما اللہ بغافل عمّا یعملون ۝ انسان کو کیا کہا جائے کہ یہ اس بار امانت کا حامل بنایا گیا تھا جس کے لائق آسمان و زمین کوئی بھی نہ تھے مگر اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔

حق الیقین

رکوع ۲ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ سورۃ الحاقۃ

کَرِیْمٍ ۙ﴿۴۰﴾ وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ؕ﴿۴۲﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْکِرَۃٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْکُمْ مُّکَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَۃٌ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾

پھر میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ تم بہت کم سمجھتے ہو۔ سارے عالم کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ اور اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔ اور بلاشبہ یہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے بھی ہیں۔ اور یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے۔ اور یہ قرآن تحقیقی یقینی بات ہے سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

آیات زیب دہ عنوان کی ہر آیت آپ اپنی شرح ہے۔ صاحب قرآن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو اس سے بری قرار دیا گیا ہے کہ یہ وہی کہتے ہیں جو خدا نے کہا ہے یہ اپنی طرف سے قرآن میں تو کچھ ہرگز ہرگز ملا نہیں سکتے۔ پھر کفار کیلئے قرآن مجید کو حسرت کا سبب بتایا گیا۔ اور قرآن مجید کو حق الیقین کے درجہ تک پہنچا دینے والا ارشاد ہوا۔

حیرت ہے کہ دُنیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یکبارگی ایمان کیوں نہیں لاتی۔ آپ باقی نہیں رہے لیکن آپ جو چیز لیکر مبعوث فرمائے گئے تھے وہ تو ڈنکے کی چوٹ موجود ہے یا تو یہ اُسکے مقابلے میں آئیں اور ایک مرتبہ فیصلہ کردیں کہ نعوذ باللہ یہ سچے ہیں ورنہ قرآن کی صداقت

کا اعتراف کر کے قرآنی علم و عمل کی طرف جُھک پڑیں۔

جھوٹا مدعیِ نبوّت موکّد بالحجہ نہیں ہوتا بلکہ ہلاک ہوتا ہے اور ظہور کذب سے ذلیل و رسوا ہوتا ہے مگر پیغمبرِ عربی کی صداقت پیغمبری ملنے سے پہلے پیغمبری کے بعد آپ کے حینِ حیات اور اسکے بعد آج ساڑھے تیرہ سو برس سے آفتاب کی طرح درخشاں ہے اور قرآن ہر آن آپ کی صداقت کا علم بلند کئے ہوئے ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

حق

رکوع ۱ الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ سورۃ الرعد الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

الٓمّٓرٰ۔ یہ آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب کی اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے مگر بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس لائق ہے کہ ایک ایک انسان اُس کی توحید کا اقرار کرے اور اُس کے جامع صفات ہونے کا گیت گائے مگر ایک انسان ہی ہے جس کے برادری کے لوگ دہریت پر فخر کرنے والے بھی ہیں حالانکہ زمین و آسمان کی ہر گردش اسی لئے ہے کہ خدا اور خدا کی یکتائی کا اظہار ہو اور مخلوقات میں سے وہ کونسی چیز ہے جو زبانِ حال سے اپنے پیدا کرنے والے کے نام کی تسبیح خواں نہیں۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

حق کا بھیجا ہوا قرآن مجید سراپا حق ہے اس لئے اس کا ماننا بھی حق تھا مگر آیت شریف میں ارشاد ہوا کہ بدقسمت انسان کے گروہ میں سے اکثر لوگ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے۔ اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ سب لوگ ایمان لاتے مگر اکثر لوگوں کا ایمان نہ لانا کیا دُنیا کے تباہ و برباد ہونے

اطمینانِ قلب

رکوع ۴ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ سورۃ الرعد
تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کا اطمینان ہوتا ہے۔

دُنیا جو کچھ کر رہی ہے اور یورپ جس خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے وہ عیش ہے آرام ہے اور اطمینان کی طلب ہے۔ مگر قرآن مجید نے بتلا دیا ہے کہ دُنیا اس کے لئے موزوں جگہ نہیں یہ تو چند روزہ اور اسکے سازوسامان چند روزہ ہیں اور یہاں کی جو بات اور جو چیز بھی ہے وہ سب چند روزہ ہے۔ بلکہ انسان خود چند روزہ ہے تو دُنیا کے اندر دائمی راحت اور اطمینان کا حصول ناممکن ہے۔

کارخانۂ قدرت کا ہر کام اور ہر چیز حکمت والے خدا کی بنائی ہوئی حکمت سے مملو اور حکمت پر مبنی ہے چونکہ دُنیا کی ہر چیز انسان کیلئے بنائی گئی اور پیدا کی گئی تھی اور انسان خود فانی تھا اس کو دُنیا میں خود بھی ہمیشہ نہیں رہنا تھا اس لئے اسکے واسطے جو چیز بنائی گئی اُسکے ہمیشہ رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس لئے انسان کو بیکار اس خواہش میں سر ٹکرانے کی ضرورت نہیں کہ اُس کو دوام حاصل ہو جائے یا دُنیا کی کسی ایک چیز کو بھی یہ رُتبہ مل جائے لہٰذا دائمی زندگی اور دائمی مسرت اور دائمی مسرت کا سامان بھی یہاں ناممکن ہے حالانکہ انسان کی خواہش یہی ہے کہ وہ کبھی نہ مرے اور اُس کو ایسی مسرت حاصل ہو جس کو زوال نہ ہو۔ وہ ایسی دائمی ہو جس سے اُسکو اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔

قرآن مجید نے بار بار اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ دُنیا ناپائیدار ہے اور دار الخلد اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں ہے اسی لئے اس پر زور دیا گیا ہے کہ وہاں کی فکر کرنی چاہئے عاقبت کی زندگی میں مرنا نہیں ہے لیکن دائمی راحت اور دائمی تکلیف کا سامنا ہونیوالا ہے جس نے

دُنیا اور دُنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھا ہوگا اُسکے لئے قیامت کے دن دائمی زندگی یعنی دائمی رنج و تکلیف ہے اور یہ بڑی مصیبت ہے ایسی کہ جس کے تصور سے بھی سارا نشہ ہرن ہونا چاہئیے۔ سارے عیش و آرام کو منغّص اور ہر طرح کی مسرتوں کو تلخی سے بدلجانا چاہئیے۔ اسکے برعکس جس نے اس دُنیا کی زندگی میں رہ کر عاقبت کی زندگی کے بہتر بنانے کی کوشش کی ہوگی اُس کو جو دائمی زندگی ملنے والی ہے جس طرح اُس کا خاتمہ نہیں ہوگا اسی طرح اُس مسرت اور اُس مسرت کے من مانے سامان کا بھی خاتمہ نہ ہوگا جو اُس کو عطا کیا جائے گا۔

بہرحال خواہ دُنیا کا ہر شخص اطمینانِ قلب ہی چاہتا ہے اس لئے قرآن مجید نے بتلایا کہ یہ خواہش جو انسانوں کے اندر پیدا کردی ہے تو اسکے پورا کرنے کا سامان بھی اُسی نے فراہم فرما دیا ہے لیکن وہ اس دُنیا میں نہیں اور اُسکے حصول کا یہ طریقہ نہیں بلکہ وہ مرنے کے بعد ہے اور اُسکے حصول کی چیز اللہ کا ذکر ہے۔ اور نزلنا الذکر سے اس بات کو بھی واضح فرما دیا کہ بڑا ذکر اور مجموعۂ ذکر قرآن مجید ہے یعنی یہی وہ راستہ اور وہ طریقہ بتلائے گا جس سے دائمی مسرت والی زندگی اور اطمینانِ قلب والی چیز نصیب ہو۔

یہ عجیب ہے کہ مرنے کے بعد جو کچھ اس بشارت کا اظہار ہوگا اُس کا ابھی سے پتہ چلتا ہے یعنی قرآن مجید کی صحیح تلاوت سے انسان کو اسی زندگی میں مسرت اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ قرآن مجید فطرت کے تقاضہ کے مطابق حقیقت حال کو واضح کر دیتا ہے اور اللہ والوں کیلئے تو یہ ہے کہ جبتک ان کو اللہ نہ مِل جائے اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر دُنیا اس کے برعکس کوشش کرے گی تو نتیجہ بھی برعکس نکلے گا۔ بجائے اطمینانِ قلب کے غیر اطمینانی میں اضافہ ہوتا جائے گا یہ ہے قرآن کی حقانیت اور یہ ہے قرآن کی تعلیم۔

خدا کا راستہ

رکوع ۱ الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ سورۃ ابراہیم

یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کو اُنکے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لا دیں۔

آیت شریفہ بالا قرآن مجید کے اللہ کی طرف سے بھیجے جانے کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کو کفر و شرک اور ہر قسم کی گمراہیوں کی تاریکی سے نکالا جائے اور قرآن مجید کی تعلیم و تبلیغ سے ایمان و ہدایت کا نور عطا کیا جائے یعنی وہ رستہ بتایا جائے جو خدا کا راستہ ہے جس پر انسان چلکر وصال ایزدی حاصل کرے۔

عقلمند کون لوگ ہیں

رکوع ۷ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سورۃ ابراہیم
لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

یہ لوگوں کیلئے احکام پہنچانا ہے اور تاکہ اسکے ذریعہ سے ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا یقین کرلیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

سورۂ ابراہیم کی یہ آخری آیت ہے۔ ایک آیت میں پوری سورت کا گویا خلاصہ بیان کردیا گیا ہے۔ تصدیق رسالت، تصدیق معاد، تصدیق توحید اور تصدیق عبادت بدنیہ اور مالیہ سب کے لئے ایک ایک لفظ بلاغ۔ لینذروا۔ لیعلموا اور لیذکر موجود ہیں۔

ارشاد ہوا کہ جمیع انسان کیلئے خدا کا یہ آخری پیغام مشعل ہدایت ہے جس کا مفاد اور راس العبادات توحید ہے مگر اخیر میں جو فرمایا گیا وہ ایک عجیب و غریب جملہ ہے یعنی قرآن مجید اس لئے ہے کہ دانشمند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ اس کا علم و عمل اختیار کرنے والے ہی صرف عقلمند ہیں۔ بیشک جسکی نگاہ انجام پر ہو اور جو دائمی تکالیف سے بچنا چاہتے [illegible]

جو اپنے پیدا کر[illegible] [illegible] ہو لو سا [illegible] ہو اُس رستے پر چلکر

کون عقلمند ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اسکے برعکس کرنے والوں سے بڑھ کر نادان اور جاہل کون ہو سکتا ہے۔ اب اگر عیسائیوں کی طرح سے تثلیث پرست ہوکر اور دُنیا کی زندگی پر مطمئن ہوکر کوئی ہوا پر ہی اُڑنے لگے تو قرآنی اصطلاح میں وہ عقلمند نہیں ہے بلکہ بیوقوف ہے۔ سبحان اللہ عقلمندی اور بیوقوفی کا کتنا اچھا معیار قرآن مجید نے قائم فرما دیا ہے۔

مسلمان ہونا اور کافروں کی تمنّا

رکوع ۱ الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ سورۃ الحجر كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○

الٓرٰ ۔ یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی۔ کافر لوگ بار بار یہ تمنّا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔

آیت شریف میں قرآن مجید کو کامل کتاب اور قرآن واضح کہا گیا ہے۔ اور اس بات کا اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلمان بننا اسی کتاب پر موقوف ہے۔ گویا قرآن مجید مسلمان بنانیوالی کتاب ہے قرآنی تحریک میں بار بار اسی حقیقت کو واضح کیا جاتا ہے کہ جبتک مسلمانانِ عالم قرآن مجید کے علم و عمل کو عام اور لازمی نہیں سمجھیں گے یہ سچے اور پکے مسلمان نہیں ہو سکتے۔

آیت شریف میں اُن لوگوں کی حسرت کا ذکر بھی ہے جو قرآنی علم و عمل سے اعراض کر رہے ہیں گویا اُن کو انکار ہے کہ قرآن مجید اُن کی زندگی کا لائحہ عمل نہیں۔ پس ایسے لوگ قیامت کے دن جب دیکھینگے کہ سارے جزا و سزا کا معاملہ قرآن مجید کے مطابق فیصلہ پا رہا ہے تو بار بار حسرت و ندامت کا اظہار کرینگے کہ کاش وہ قرآن سے بے اعتنائی نہ برتتے ہوتے بلکہ قرآن مجید کے احکامات پر چلکر مسلمان ہو گئے ہوتے تو آج کے دن اس ذلّت و خواری میں مبتلا نہ ہوتے بلکہ افضالِ خداوندی کے مستحق بنے ہوتے۔

خدائی حفاظت

رکوع ۱ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ۝ سورۃ الحجر

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اُسکے محافظ ہیں

آیت شریف میں قرآن مجید کا جامع و مانع وصف مذکور ہے اور یہ اپنے قسم کی خاص آیت ہے

اس وعدے پر حاملین قرآن اور مبلغین قرآن کو فخر کرنا چاہئیے اور اقوام عالم کے سامنے بطور

دعویٰ کے پیش کرنا چاہئیے جس کا مظاہرہ آج کامل ساڑھے تیرہ سو برس سے ہو رہا ہے۔

معاندین قرآن کی حقیقت ہی کیا ہے جو ان کا ذکر بھی کیا جائے۔ یضاھئون لیطفؤا

نور اللہ بافواھہم و یاب اللہ ان یتم نورہ ولو کرہ المشرکون۔ اور ان کی اس

کافرانہ حرکت کے کئے ہو بھی کیا سکتا ہے۔ کوئی ان سے کہہ دے۔

نورِ خدا ہے کفر کی ظلمت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

کاش ان کو معلوم ہوتا۔

فانوس بنکے آپ حفاظت ہو اکرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

قرآنِ عظیم

رکوع ۶ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ سورۃ الحجر

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا

آیت شریف میں سورۂ فاتحہ کا وصف ہے اور قرآن مجید کی بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہے

اس نعمت سے سرفراز کئے جانے کی یاد دلاکر منعمِ حقیقی کے احسان کو یاد کرنا چاہئیے کہ اُسنے اپنے

انعامات خاص سے کس طرح نوازا ہے۔ ناچیز انسان اپنی حقیقت کو دیکھے اور اپنے عجز کا خیال کرے

پھر خدا اور اسکے کلام کا تصور کرے تو معلوم ہو جائے گا واقعی اس آسمانی تحفہ کا عطا کیا جانا ایسا بڑا کرم ہے کہ اس کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

فرقہ بندی کی سزا

رکوع ۶ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ سورۃ الحجر
فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جیسا ہم نے اُن لوگوں پر نازل کیا ہے جنہوں نے حصّے کر رکھے تھے یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزا، قرار دے رکھے تھے سو آپ کے پروردگار کی قسم ان سب سے انکے اعمال کی ضرور بازپرس کرینگے۔

آیت شریف میں پچھلی امتوں کی شرارت اپنی آسمانی کتابوں کا غلط مصرف لینے پر باز پرس کا حوالہ دیتے ہوئے اُن لوگوں کو بھی متنبہ کیا گیا ہے جو قرآن مجید کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں عید میں یقیناً مسلمانوں کے ہر فرقہ پسند افراد آتے ہیں کیونکہ یہ قرآن مجید کو متفق علیہ کتاب ہوتے ہوئے بھی مختلف ہیں اور اپنے اپنے اختلاف کی چیز اسی قرآن کو بنائے ہوئے ہیں۔ یعنی کی آیات کو توڑ مروڑ کر ہر ایک اپنے مطلب پر ڈھالتا ہے۔ ایسے لوگ آگاہ ہو جائیں کہ اس فرقہ بندی کی سزا ملنے والی ہے۔ وقت ہے کہ وہ اب بھی اس بیجا حرکت سے باز آجائیں مسلمان بھی خبردار ہو جائیں جو قرآن مجید کو پورے طور پر نہیں مانتے بلکہ جو ان کی مرضی کے موافق کو مان لیا اور جو خلاف مرضی ہوا اس سے انکار کر دیا۔

متفکّرین

، وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سورۃ النحل

اور آپ پر بھی یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے اُن کو آپ اُنپر ظاہر کر دیں تاکہ وہ فکر کیا کریں۔

آیت شریف دُنیا میں متفکرین کی جماعت پیدا کرنا چاہتی ہے اور انسانی قوت اب تک جو کچھ کر سکی ہے یا آئندہ کر سکے گی وہ غور و فکر کا ہی نتیجہ ہو گا۔ آیت شریف کا یہ حصہ حقیقت بین ہونے پر آمادہ کرتا ہے تاکہ اصلی مقصد کا حصول ممکن ہو۔ آج مسلمانوں میں متفکرین کے پیدا ہونے کی اشد ضرورت ہے اور اسی کی کمی نے یہ روز بد دکھایا ہے۔

قوموں کے اہم اختلافات کیونکر مٹ سکتے ہیں

رکوع ۸ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ سورۃ النحل
وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

اور ہم نے یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں اور (اس کا نزول) ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے ہے۔

آیت شریف میں قرآن مجید کا یہ وصف مذکور ہے کہ وہ اختلافات دینی و دُنیاوی کے مٹانے کیلئے ہے غور سے دیکھا جائے تو انسانی زندگی کا حقیقی ایک ہی مقصد قرار پائے گا اور قرآن مجید اُسی کی تعلیم دیتا اور اُسی پر عمل کیلئے آمادہ کرتا ہے۔ جب مقصد زندگی ایک ہے تو در اصل اختلافات مٹا دینے کی چیز ہیں کیونکہ وہ انسانوں کے پیدا کردہ اور انسانوں کیلئے نقصان دہ ہیں۔ پھر ان کا دور نہ کرنا کیا معنی۔

جب حقیقی مقصد متعین ہو جائے تو پھر سلطنتوں کے اختلافات کی بھی کچھ حقیقت نہیں ملکوں کا بچانا یہ قومیت کی حفاظت وغیرہ کا خبط نفسانی خواہشات پر منتج ہوتا ہے یہ سب ادنیٰ اور پست خیالات کا نتیجہ باتیں ہیں اور اعلیٰ ارفع تو وہ مقام ہے جہاں پہنچکر ان سب قیود سے آزاد ہو جائے اور عالمگیر برادری کا جامہ پہن لے۔

قرآن مجید جب قوموں کے اختلافات کے مٹانے کے لئے نازل ہوا ہے تو حیف ہے کہ مسلمان فرقہ در فرقہ

ہو جائیں اور فرقہ بندی اور فرقہ پروری کی زندگی بسر کریں بلکہ ستم اس بات کی ہوئی چاہیے کہ وہ قرآن مجید کو ہی اس کا آلۂ کار بنائیں۔

تبیان

رکوع ۱۲ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ سورۃ النحل

اور ہمنے آپ پر قرآن اُتارا ہے جو تمام باتوں کا بیان کرنیوالا ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور بڑی خوشخبری ہے

آیت شریف میں قرآن مجید کے دیگر اوصاف کے علاوہ ایک صفت تبیانًا لکل شیء بھی ارشاد ہوا ہے گویا قرآن مجید کی مثال ایسے سمندر کی ہے جسکی تھاہ نہیں اور اسکے اندر ہر قسم کے انمول موتی ہیں۔ اب یہ غوطہ زن کی ہمت اور قسمت پر موقوف ہے کہ وہ اس سے کیا حاصل کرتا ہے۔

رحمانی اور شیطانی حدود

دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآن خوانند

رکوع ۱۳ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝ سورۃ النحل

اور جب قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ یقینًا اُس کا قابو اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں بس اس کا قابو تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

انسان کی زندگی کا دستور العمل قرآن ہے۔ اس میں دو طرح کے حکم ہیں ایک امر دوسرا نہیں۔ ایک کرنے کے لئے اور دوسرا نہیں کرنے کیلئے ہے۔ اگر ایک شخص قرآن بننا چاہتا ہے تو وہ صبح

سو کر اُٹھنے کے بعد سے شب کے سونے تک بلکہ سونے کیلئے بھی قرآن مجید کے احکامات کو دیکھ دیکھ کر
ہر کام خدا کے لئے کرتا جائے اور جس چیز سے قرآن باز رکھتا ہے باز رہتا جائے تو ایک دن آئے گا کہ
وہ قرآنی سانچے میں ڈھل جائے گا۔

چونکہ قرآن مجید ہی انسانی زندگی کا دستور العمل ہے اور اسی سے انسان رحمانی حدود میں آ کر
محفوظ رہتا ہے اس لئے شیطان الانس والجن والنفس کا مجموعی حیثیت سے اسی سے باز رکھنے پر حملہ ہوتا
ہے اگر یہ وار ابلیس لعین کا چل گیا تو ایک شخص اپنے کو مسلمان کہتا رہے اُس کو کوئی پروا نہیں یہاں تک
کہ روزہ نماز حج زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ بجا لاتا رہے وہ چنداں فکر نہیں کرتا۔ مگر عمل کی نیت سے اگر کوئی قوم
یا اسکا کوئی فرد قرآن کو اُٹھائے تو وہ ایسا بیقرار ہو جاتا ہے جیسے اُسکی شہ رگ پر نشتر زنی کی گئی۔
حقیقت میں خدائی حکومت کے اندر شیطانی اور اُس کی شیطانی قوت کی کوئی حقیقت نہیں مگر
وہ اُس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب کوئی رحمانی حد سے باہر آنا چاہے۔ یہیں سے شیطانی حدود کا آغاز
ہوتا ہے اور یہیں سے انسان شیطان کی چپیٹ میں آ جاتا ہے۔ اسی لئے آیات زیب عنوان میں فرما دیا
گیا کہ شیطان کا اللہ کے دوستوں پر کوئی اثر نہیں۔

آیات مندرجہ بالا نے استعاذہ کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا
ہے کہ قرآن کے خلاف مسلمان کا کوئی کام نہیں ہونا چاہیئے۔ تو قرآن پڑھتے وقت استعاذہ کا یہ مطلب
ہوا کہ ہر نیک کام کے آغاز میں ایسا کر لینا چاہیئے تاکہ شیطان سے کسی طرح سابقہ نہ پڑے۔

قرآنی عربی

رکوع ۱۴ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا سورۃ النحل
وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ
الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ۝

آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہو جائے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلاتا ہے جس شخص کی طرف اسکی نسبت کرتے ہیں اسکی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن حقیقی عربی ہے۔

آیت شریف میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ قرآن مجید کے نزول کا ذکر ہوا اُس کے بعد خاص وصف یہ مذکور ہوا کہ یہ ایمان والوں کو صراطِ مستقیم پر قایم رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان لانیکے بعد اور مسلمان ہونے کے بعد بھی ہر وقت قرآن مجید کے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ ثابت قدم رکھنے والی چیز یہی ہے۔ مسلمان جو قرآن کو پڑھتے پڑھاتے نظر نہیں آتے اور عام طور پر انکے روزمرہ کی زندگی میں قرآن نہیں ہے اس لئے اسلام سے برگشتگی کا ایک بڑا سبب یہ بات بھی بنی ہوئی ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت سے کیا ہوتا ہے اور بہ نسبت دوسری اخلاقی کتابوں وغیرہ میں اور اس میں کس زمین و آسمان کا فرق ہے یہ صحیح تلاوت کرنے والوں سے پوچھنا چاہئے اور جن کو قرآن سے محبت ہو اسکے بعد قرآن مجید کے اور اوصاف ہدایت اور بشارت مذکور ہوئے۔

دوسری آیت میں انسانی وسوسوں کا جواب ہے اور خاص بات یہ بتائی گئی ہے کہ عرب کے لوگ بھی قرآنی عربی کے سامنے عجمی ہیں۔ ان سے یہ کہاں ممکن ہے کہ قرآن مجید کی جیسی عبارت بنا سکیں انکی عربی ان کی عربی ہوگی۔ قرآنی عربی خدائی عربی ہوگی پھر چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

رکوع ۱ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۗ

سورۃ التکویر

اور یہ پیغمبر غیب کی باتوں پر بخل کرنیوالے بھی نہیں۔ اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔ تو تم لوگ کدھر بہکے جا رہے ہو۔ بس یہ تو سارے عالم کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے۔ ایسے شخص

کے لئے جو تم میں سے سیدھا راستہ چلنا چاہے صراطِ مستقیم کا خواستگار ہو اور اُسکی منزلِ مقصود خدا کی ذات ہو۔

قولِ فیصل

رکوع ۱ — اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ — سورۃ الطارق

بیشک یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ اور وہ کوئی بیکار چیز نہیں ہے

آیت شریف میں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ قرآن مجید کوئی بیکار چیز نہیں ہے جیساکہ آج کل کے مسلمانوں نے اس کو بے مصرف بنا رکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید کی شان قولِ فیصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکا اور قیامت کے دن اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا بلکہ دُنیا میں بھی جو کچھ انسان کر رہے ہیں وہ اسی کے مطابق ہونا چاہئے۔

قرآن والا مہینہ اور قدر والی رات

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بیشک ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں اُتارا ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ شبِ قدر کیسی چیز ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لیکر اُترتے ہیں۔ سراپا سلام ہے وہ شب طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔

سورۂ شریف میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں اُس کا تقاضہ ہے کہ مسلمان قرآن والے ماہ رمضان المبارک میں خاص طور پر قرآنی علم و عمل کی جدوجہد کریں۔ سال بھر کیلئے ایک دستور العمل طیار کریں اور شبِ قدر میں اس کو پاس کریں اور خدائے قرآن سے کامیابی کی التجائیں کریں۔ ہوالسمیع العلیم۔ ابو محمد مصلح